۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدامِ اہلِ سنت کی دعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بانی و امیر تحریک خدام اہلِ سنت پاکستان

◎

خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و صبر و ہمّت اور دیں کی حکمرانی دے
تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسول اللہؐ کی سُنّت کا ہر سو نور پھیلائیں
وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو — ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو
صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواجِ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حُسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تُو اپنے اولیاء کی بھی محبّت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا — اُنھوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا
تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں — کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں
تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل
ہوا آئینی[۱] تحفظ ملک میں ختمِ نبوّت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوّت کو

تُو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت، محبّت اور اطاعت کی

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنّت کے رہیں خادم — ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دُنیا میں قیامت میں تیری رضواں

---

۱ الحمد للہ! تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئینِ پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک خدام اہل سنۃ والجماعۃ
کا ترجمان
نظام خلافت راشدہ کا داعی

جلد: ۱ شمارہ: ۲ بدل اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے، فی پرچہ: ۵ روپے

زیر سرپرستی
پیر طریقت، وکیل صحابہؓ
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
فون: ۲۸۵۸ چکوال

مدیر مسئول
حکیم حافظ محمد طیب
فون: ۴۱۶۱۰۷ لاہور

ماہ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ
بمطابق مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء

خط و کتابت کا پتہ
دفتر ماہنامہ "حق چاریارؓ" مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

اس شمارے میں

ایڈیٹر و پبلشر حکیم حافظ محمد طیب نے مطبع افضل شریف پرنٹرز رنگ محل لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حق چاریار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا، فون: ۴۱۶۱۰۷

اهدنا الصراط المستقیم

ایک شیطان کی
شیطانی کتاب

یہ پُرفتن دَور ہے۔ قربِ قیامت کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں۔ اعدائے اسلام ہر ممکن حربہ اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور اسلام کے خلاف سب سے زیادہ خطرناک سازش یہ ہے کہ مسلمانوں میں شامل ہو کر اسلام کے خلاف کام کیا جائے اور عموماً سادہ لوح مسلمان ایسے منافقین کے فریب میں آجاتے ہیں۔ دَورِ حاضر میں کفّار کی اس قسم کی سازشوں کا ایک کردار سلمان رشدی نامی ایک شیطان بصورت انسان ہے جس کی کتاب "شیطانی آیات" نے عالمِ اسلام میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ یہ شخص ہندوستان کا رہنے والا ہے، برطانیہ میں مقیم ہے اور ترقّی پسند مصنفین میں ایک مشہور ناول نویس ہے۔ ناولوں کے شائقین عموماً اس سے متعارف ہیں۔ اس کی یہ شیطانی تصنیف انگریزی میں ہے جس کے بعض اقتباسات بعض پاکستانی جرائد میں شائع ہوئے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہُوا ہے کہ تقریباً ایک سال پہلے کی یہ تصنیف ہے لیکن عالمِ اسلام میں عموماً اس کا چرچا کچھ عرصہ پہلے ہُوا ہے۔

۲۔ اسلامی اصولی عقائد میں مرکزیت "رسالت" کو حاصل ہے کیونکہ ربّ العالمین نے سلسلہ نبوّت و رسالت کے واسطہ سے ہی اپنے بندوں تک پیغامِ ہدایت پہنچایا ہے اور اس سلسلہ نبوّت کا منتہیٰ حضور خاتم النبیّین حضرت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مقدسہ ہے۔ اس آخری امّت کے لیے قرآن، صراطِ مستقیم۔ دینِ اسلام اور شریعت سب کچھ رسالتِ محمّدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی وساطت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اطاعتِ محمّدیؐ کے ذریعہ ہی اطاعت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس شخص نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت

کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ توحید حق پر ایمان ایمان بالرسالۃ پر ہی مبنی ہے۔ اس لیے، دشمنانِ اسلام رسالت کو مجروح کرنے کی ہی عموماً کوشش کرتے ہیں تاکہ اس راستہ سے دین اسلام کو مجروح کیا جائے اور چونکہ فیوضاتِ رسالت کو مابعد کی امت تک پہنچانے کا اوّلین واسطہ وہ مؤمنین صالحین ہیں جنہوں نے بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل دین حاصل کیا۔ آفتابِ رسالت کی شعاعوں سے ان کے قلوب منوّر ہوئے۔ وہی رسالت کے عینی گواہ ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو درجہ بدرجہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی بشارت دی ہے۔ اس لیے رسالت کو مجروح کرنے کے لیے رسالت کے عینی گواہوں کی عظمتوں کو مجروح کیا جاتا ہے۔

۳۔ سلمان رشدی نے اپنی شیطانی کتاب میں یہی دو کافرانہ کردار پیش کیے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتا ہے: یہ مومنین (یعنی مہاجرین صحابہ کرام) لاقانونیت کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر ان دنوں موہاؤنڈ (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یا سید الملائک جبرئیل بلکہ اللہ کو ضابطوں کا خبط ہو گیا تھا۔ جبرئیل رسول کے پاس آتے اور ضابطوں کی لڑی چھوڑ دیتے۔ حتیٰ کہ مؤمنین کو بھی مزید وحی کی تاب نہ رہی۔ سلمان نے بتایا کہ ہر چیز کے لیے ضابطہ ہے۔ اگر ایک آدمی کی ریح خارج ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنا رخ ہوا کی طرف کرے۔ آب دست کے لیے کون سا ہاتھ استعمال ہونا چاہیئے"۔ ص ۳۶۳ (۲) سید الملائک جبرئیل نے بتایا کہ مُردہ کو کس طرح دفن کیا جائے اور کس طرح میراث تقسیم ہو۔ ایرانی سلمان فکر میں پڑ گیا کہ اللہ کی جانب سے (تقسیم کا) یہ انداز تو تاجروں جیسا ہے"۔ ص ۳۶۴۔

(۳) سلمان نے کہا کہ فرشتہ ہمیشہ بروقت وحی لے کر آتا ہے جب ہی مومنین موھاؤنڈ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں۔ خواہ وہ خلائی سفر (معراج) سے متعلق ہو یا جہنم کے بارے میں۔ اسی لمحے فرشتہ ایک جواب لے کر حاضر ہوتا ہے اور یہ وحی ہمیشہ موھاؤنڈ کی رائے کے حق میں ہوتی ہے"۔ ص ۳۶۴ (۴) خواتین کے معاملے اور شیطانی آیات نے سلمان کو موھاؤنڈ سے بالکل الگ کر دیا۔ سنو۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اپنی بیوی کے انتقال کے بعد موھاؤنڈ کے پاس فرشتہ نہیں آ رہا تھا۔ تم میرا مطلب سمجھے؟ سلمان نے نشے سے چُور لہجے میں کہا۔ لیکن یثرب میں برابر کی چوٹ رہی۔ وہاں کی عورتوں نے صرف ایک سال میں اُس کی آدھی ڈاڑھی سفید کر دی۔ ص ۳۶۶ (۵) جیسے ہی جاہلیہ میں یہ خبر عام ہوئی کہ باپردہ طوائفوں نے موھاؤنڈ کی زوجیت اختیار کر لی ہے شہر کے مردوں کے جذبات اپنے عروج کو پہنچ گئے۔ پندرہ سالہ طوائف ..... اپنے گاہکوں میں سب سے زیادہ مقبول

تھی اور موہاونڈ کو بھی پیاری تھی۔ سب سے بوڑھی اور موٹی طوائف کا نام سودہ تھا الخ صـ۳۸۲
(۶) پانی ڈھونے والا خالد۔ سلمان جیسے نامانوس سے نام والا ایرانی گنگلا اور اس غلیظ مثلث
کی تکمیل کے لیے غلام بلال بھی وہاں موجود تھا۔ اس بھارے نے کالے دیو کو موہاؤنڈ
(MOHOUND) نے آزاد کیا تھا۔ (صـ۱۰۱) (۷)۔ یثرب کے نخلستان میں نئے مذہب اسلام کے ماننے
والے اپنے گھروں سے نکالے ہوئے تھے۔ یعنی بہت عزیب تھے۔ وہ کئی سالوں تک ڈکیتی اور لوٹ مار
پر گزر بسر کرتے رہے۔ موھاؤنڈ کے لیے انہیں روکنے کا وقت نہ تھا۔ سلمان نے بلال سے کہا کہ
نتائج حاصل کرنے کے لیے ضمیر کی آواز پر کان مت دھرو (صـ۳۶۳)(۸) ابراہیم اس وادی میں
ھاجرہ اور اپنے بچے اسمٰعیل کے ساتھ آیا۔ اس بے آب وگیاہ وادی میں اس نے اسے (ہاجرہ کو)
چھوڑ دیا۔ ھاجرہ نے پوچھا کیا یہ اللہ کی مرضی ہے؟ ہاں۔ اس نے جواب دیا اور وہ حرام زادہ واپس
چلا گیا"۔ (صـ۹۵) (بحوالہ ہفت روزہ تکبیر کراچی۔ ۹ر فروری ۱۹۸۹ء)

شیطان رشدی کی کتاب کے چند اقتباسات بحوالہ تکبیر اس لیے پیش کر دیے ہیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ کن وجوہات کی بنا پر علماء نے رشدی کو واجب القتل قرار دیا ہے۔ وہ توہین رسالت، توہین صحابہؓ اور توہین امہات المومنینؓ کا مرتکب ہے لیکن باوجود اس کے وہ یہ منافقانہ دعویٰ کر رہا ہے کہ۔ مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہے اور مسلمان کی حیثیت سے میں کس طرح اسلام کے خلاف کام کر سکتا ہوں"۔ (ایضاً تکبیر صـ۴۳)

رشدی جیسے ملعون کا واجب القتل ہونا کئی آیات سے ثابت ہے۔ مثلاً اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔
سورۃ الاحزاب آیت ۵۷ ـ ۵۸) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (قصداً) ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور (اسی طرح) جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ (ایسا کام) کیا ہو (جس سے وہ مستحق سزا ہو جائیں) ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا (اپنے اوپر) بار لیتے ہیں"۔ (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند (بانی دارالعلوم کراچی) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اور دوسرے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ایذا سے روکنا اور اس پر وعید کرنا مقصود ہے مگر آیت میں ایذائے رسولؐ کو ایذائے حق تعالیٰ کے عنوان سے تعبیر کر دیا گیا کیونکہ آپ کو ایذا پہنچانا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو ایذا پہنچانا ہے۔" اس کے بعد حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا اللہ تعالیٰ کے لیے ایذا ہونا حضرت عبدالرحمٰنؓ بن مغفل مزنی کی روایت سے ثابت ہے کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً من بعدی۔ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّی اَحَبَّھُم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ومن اٰذی اللہ یوشک ان یَّأخُذَہ (ترمذی شریف)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد اعتراضات و تنقیدات کا نشانہ نہ بناؤ کیونکہ ان سے جس نے محبّت کی میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے بغض رکھا میرے بُغض کی وجہ سے رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گرفت کرے گا۔" اس حدیث سے جیسا یہ معلوم ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا سے اللہ تعالیٰ کی ایذا ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہُوا کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو ایذا پہنچانا یا ان کی شان میں گستاخی کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا ہے۔ اس آیت کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات ہیں۔ بعض میں ہے کہ یہ حضرت صدیقہ عائشہؓ پر بہتان لگانے کے متعلق نازل ہوئی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان باندھا گیا تو عبداللہ بن اُبی منافق کے گھر میں کچھ لوگ جمع ہُوئے اور اس بہتان کو پھیلانے اور چلتا کرنے کی باتیں کرتے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے اس کی شکایت فرمائی کہ یہ شخص مجھے ایذا پہنچاتا ہے (تفسیر مظہری) بعض روایات میں ہے کہ حضرت صفیہؓ سے نکاح کے وقت کچھ منافقین نے طعن کیا اس کے متعلق نازل ہوئی اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ آیت ہر ایسے معاملے کے متعلق نازل ہوئی ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے۔ اس میں صدیقہ عائشہؓ پر بہتان بھی داخل ہے اور حضرت صفیہؓ اور حضرت زینبؓ کے نکاحوں پر طعن و تشنیع بھی شامل ہے۔ دوسرے صحابہ کرامؓ کو بُرا کہنا اور ان پر تبرا کرنا بھی داخل ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح کی ایذا پہنچائے۔ آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے، خواہ صراحتاً ہو یا کنایتاً وہ کافر ہوگیا اور اس آیت کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دُنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی۔

القاضی ثناء اللہ فی التفسیر المظہری (تفسیر معارف القرآن جلد ۷)

بہرحال حسبِ اعلانِ خداوندی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح سے بھی ایذا پہنچانے والا ملعون ہے اور اُس کے واجب القتل ہونے پر اجماع ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی عیاض محدث اندلسی متوفی ۵۴۴ھ نے اِس پر مفصل بحث کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کوئی بھی تنقیص کرے اور کسی قسم کا عیب لگائے وہ واجب القتل ہے۔ وھذا کلہ اجماع من العلماء وائمۃ الفتوی من لدنا الصحابہ رضوان اللہ علیھم الی ھلم جرا۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ جلد ثانی ص۲۱۲) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک علماء اور ائمہ فتوٰی کا اس پر اجماع چلا آرہا ہے۔ نیز لکھتے ہیں: ولا نعلم خلافاً فی استباحتہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ (ص۲۱۵) ہم نہیں جانتے کہ شہروں کے علماء اور امت کے سلف صالحین کے درمیان اس کا خون مباح ہونے میں اختلاف ہُوا ہو اور ایک سے زیادہ علمائے (حق) نے ذکر کیا ہے کہ ایسے شخص کے قتل اور کفر پر اجماع ہے۔" ۱۔ امام ابن تیمیہؒ متوفی ۷۲۸ھ نے اس موضوع پر الصارم المسلول علی شاتم الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والا سَبّ اور تنقیص کرنے والا واجب القتل ہے اور اس پر اجماع ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: قال ابن المنذر اجمع عوام اھل العلم علی ان حد من سَبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم القتل ص۳۔ ابن المنذر نے فرمایا کہ تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سَبّ کرے اس کی حد قتل ہے۔" اسی سلسلے میں ابن تیمیہؒ نے قاضی عیاض محدث کا مذکورہ بالا قول پیش بھی کیا ہے کہ: ۔ اِجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلیٰ قَتْلِ مُنْتَقِصِہٖ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَسَابِّہٖ وَکَذٰلِکَ حُکِیَ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ الْاِجْمَاعُ عَلیٰ قَتْلِہٖ وَتَکْفِیْرِہٖ۔" مسلمانوں میں سے جو شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور سَبّ کرے اس کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔"

۲۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بعض حضرات نے اس کے قتل کے حکم کو مرتد کے حکم پر قیاس کیا ہے کہ وہ واجب القتل تو ہے لیکن اس کی توبہ قابلِ قبول ہے لیکن دوسرے حضرات نے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کا حکم عام مرتدین کا نہیں ہے بلکہ یہ مرتد سے خطرناک شخص ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ قاضی عیاض محدث لکھتے ہیں۔ وممن قال ذلک مالک بن انس واللیث واحمد واسحٰق وھو مذھب الشافعی۔ وھو مقتضی قول ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ولا تقبل توبتہ عند ھؤلاء۔ وبمثلہ قال ابوحنیفہ

واصحابه والثوری واهل الکوفۃ والاوزاعی فی للسلمین لکنهم قالوا هی ردۃ۔الخ (الشفاء ج ۲ ص۲۴۴) اور جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص وسب کرنے والے کو واجب القتل قرار دیا ہے ان میں امام مالکؒ، امام لیثؒ، امام احمدؒ، امام اسحٰقؒ بن راہویہ بھی ہیں اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے اور یہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ارشاد کا مقتضی ہے اور ان حضرات کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب نے اور امام ثوری اور اہل کوفہ اور امام اوزاعی نے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا ہے لیکن ان کے نزدیک یہ رِدّۃ یعنی ایسا آدمی مرتد ہے الخ اور امام ابن تیمیہ نے بھی ایسے شخص کی توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے پر مفصل بحث کی ہے۔ وہ دوسرے قول کے متعلق لکھتے ہیں: وان المشهور عن مالک واحمد انه لایُستتاب ولاتسقط القتل توبته وهو قول اللیث بن سعد وذکر القاضی عیاض انه المشهور من قول السلف وجمهور علماء الخ (الصارم المسلول ص۳۱۳۔) اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مشہور قول یہی ہے کہ اس سے توبہ نہ طلب کی جائے۔ اس کی توبہ نہ قبول کی جائے اور توبہ اس کے قتل کو ساقط نہیں کر سکتی اور یہی قول امام لیث بن سعد کا ہے اور قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ سلف کا اور جمہور علماء کا یہی مشہور قول ہے الخ اور یہ حضرات اس کو حد سرقہ وغیرہ پہ محمول کرتے ہیں کہ جس طرح چوری اور زنا کے ثبوت کے بعد ان پر حد لگائی جاتی ہے اور ان کی توبہ سے یہ سزا معاف نہیں ہوتی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور سب وغیرہ کرنے والا بھی توبہ کے باوجود واجب القتل ہوتا ہے۔ اور سلمان رشدی نے تو جن متعدد کفریات کا ارتکاب کیا ہے وہ قابلِ معافی نہیں ہے اور بغیر قتل کے اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔

خمینی اور انعام قتل

شیعہ فرقہ کے امام خمینی نے رشدی کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور قاتل کے لیے انعام بھی مقرر کیا ہے۔ چنانچہ پاکستانی اخبارات میں ان کا فتویٰ اور اعلان شائع ہو چکا ہے۔ ۱۔ ایران نے رشدی کے سر کی قیمت ۳۰ لاکھ ڈالر مقرر کر دی۔ شاتمِ رسول جان بچانے کے لیے روپوش ہو گیا (دو) امریکہ منسوخ فرانسیسی اور اطالوی کمپنیوں نے شیطانی کتاب شائع کرنے سے انکار کر دیا —— ایرانی حکومت نے امام خمینی کے فتوی کی توثیق کر دی (جنگ راولپنڈی۔ ۱۷ فروری ۱۹۸۹)۔ ۲۔ ایران نے سلمان رشدی کے سر کی قیمت تیس لاکھ ڈالر مقرر کر دی —— سلمان رشدی پولیس کی حفاظت میں روپوش ہو گیا —— برطانیہ کی پولیس نے پنگوئن پبلشر کے باہر چوکی قائم کر دی۔ (نوائے وقت لاہور

۱۷؍فروری ۱۹۸۹ء) اور شیعہ ہفت روزہ اسد لاہور ۲؍ تا ۱۰؍ مارچ ۱۹۸۹ء میں فتویٰ خمینی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ـــ ایران نے رُسوائے زمانہ مصنف سلمان رشدی کو قتل کرنے والے ایرانی باشندے کو ۳۰ لاکھ ڈالر اور غیر ملکی باشندے کو دس لاکھ ڈالر انعام دینے کا اعلان کیا ہے ـ (انعام کا اعلان ایرانی ٹیلی ویژن سے کیا گیا) لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو شخص تیس لاکھ یا دس لاکھ ڈالر کے بدلے اس کو قتل کرے گا کیا اس کو کوئی ثواب ملے گا۔ علاوہ ازیں اس انعام کے عمومی اعلان نے تو اس شیطان کو اور زیادہ تحفظ کا موقعہ دے دیا ہے اور اس کے بعد گورنمنٹ برطانیہ اس کی مکمل حفاظت کر رہی ہے ـ

سانحہ اسلام آباد کے سات شہید

اس شیطانی کتاب کا چرچا جب پاکستان میں پھیلا تو غیرت مند مسلمان بہت زیادہ مشتعل ہو گئے اور احتجاجی جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ ۱۲؍ فروری ۱۹۸۹ء کو اسلام آباد میں شمعِ رسالت کے پروانوں نے ایک بہت بڑا احتجاجی جلوس نکالا جس کے ردِّ عمل میں پہلے دن پانچ افراد شہید ہو گئے اور بعد میں دو زخمی بھی انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اخبارات میں اس سانحہ کے متعلق جو بیانات شائع ہوئے ہیں ان کے ضروری اقتباسات حسبِ ذیل ہیں ۔ ۱۔ پولیس کی اندھا دھند فائرنگ نے ماضی کے تمام ریکارڈ مات کر دیے ۔ آنسو گیس کا بے تحاشہ استعمال۔ سات عاشقانِ رسولؐ ناموسِ رسالت پر قربان۔ سینکڑوں زخمی ۔ دس کی حالت نازک۔ زخمیوں میں نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا کوثر نیازی بھی شامل ہیں ۔ متعدد افراد لاپتہ ہیں ۔ بیسیوں گرفتار ۔ پولیس دفاتر میں گھس گھس کر لوگوں کو زدوکوب کرتی رہی ۔ مشتعل افراد کا امریکی سنٹر پر پتھراؤ ۔ امریکی پرچم اُتار کر پھاڑ دیا گیا ۔ پولیس کی ایک گولی نے پرچم اتارنے والے ایک نوجوان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا ۔ (مرکز ۔ اسلام آباد ۔ ۱۳؍ فروری ۱۹۸۹ء) ۔ ۲ ۔ تحفظ ناموسِ رسالت کے جلوس پر فائرنگ ـ ۵ افراد جاں بحق ۔ زخمیوں میں مولانا کوثر نیازی، نوابزادہ نصر اللہ اور مولانا فضل الرحمٰن شامل ہیں ــــــ مشتعل مظاہرین کا امریکی مرکز اطلاعات پر حملہ ۔ پولیس کے خیمے نذرِ آتش کر دیے گئے ــــ امریکی پرچم بھی نذرِ آتش کر دیا گیا ۔ (نوائے وقت راولپنڈی ۔ ۱۳؍ فروری ۱۹۸۹ء) ۔ ۳ ۔ اسلام آباد میں جلوس پر فائرنگ ـ ۵ افراد جاں بحق ۔ ۹۴ زخمی ۔ مولانا فضل الرحمٰن بے ہوش ہو کر گر پڑے ۔ نواب زادہ نصر اللہ خاں اور مولانا کوثر نیازی بھی زخمی ہسپتالوں میں ہنگامی حالات کا نفاذ ۔ اسلام آباد اور راولپنڈی میں ہڑتال ۔ اسلام آباد کے بلیو ایریا میں

میں آنسو گیس ہی آنسو گیس ۔ تحریک ختم نہیں ہوگی۔ پورے ملک کے عوام یوم احتجاج منائیں۔ طے شدہ معاہدہ کے باوجود جلوس منتشر ہونے کے بعد پولیس نے ہماری جیپ پر پتھراؤ کیا اور آنسو گیس پھینکی (کوثر نیازی)۔ پولیس بدلہ لے رہی ہے ۔ نشانے لے کر گولیاں ماری گئیں ۔ زخمیوں کا دعویٰ ۔ شیطانی آیات کے خلاف احتجاج کو حکومت کے خلاف مظاہروں کا بہانہ نہیں بنانا چاہیئے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کو غیر مستحکم بنانے کی سازشیں کی جا رہی ہیں ۔ ہماری حکومت اس کتاب پر پہلے ہی پابندی عائد کر چکی ہے (بیگم نصرت بھٹو) میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے ۔ فائرنگ غیر دانشمندانہ کارروائی ہے ۔ حکومتِ پاکستان شیطانی آیات پر بیرون ملک پابندی لگوانے کی کوشش کر رہی ہے ۔ (شنگھائی (چین) سے بے نظیر بھٹو کا پیغام)۔ عوام اپنے فطری جذبات کا مظاہرہ کرتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں ۔ مشترکہ لائحہ عمل کے لیے علماء سے رابطہ قائم کریں گے ۔ (نواز شریف، وزیرِ اعلیٰ پنجاب) جو لوگ اس واقعہ میں حصہ دار پائے گئے ان کے ساتھ سختی سے نپٹا جائے گا ۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ پُرسکون رہیں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں ۔ (صدر غلام اسحٰق خان) ۔ (جنگ راولپنڈی ۱۳ فروری ۱۹۸۹ء)

صاحبزادہ یعقوب خان

وزیرِ خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان نے کہا ہے کہ لندن اور واشنگٹن میں مقیم سفیروں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان ممالک کی حکومتوں کو ملعون رشدی کی دلآزار کتاب کی اشاعت کے خلاف ہمارے جذبات سے آگاہ کریں کہ شیطانی کتاب کی اشاعت سے ہمارے دل بُری طرح مجروح ہوئے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ سفیروں کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان ممالک کی حکومتوں پر زور دیں کہ وہ فوری طور پر مارکیٹ سے یہ کتاب واپس لے لیں اور اس کی مزید اشاعت اور فروخت پر فی الفور پابندی لگائیں۔" ملعون رشدی کے تحفظ کے لیے پورا یورپ متحد ہو گیا۔" (مرکز اسلام آباد ۲۱ فروری ۸۹ء)

سینٹ کی قرارداد

سینٹ نے آج متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جس میں سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرنے کی مذمت کی گئی ہے ۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ایوان یہ مطالبہ کرتا ہے کہ کتاب کے پبلشر پینگوئن کو سزا دی جائے اور جب تک وہ اس کتاب کی تمام جلدیں واپس نہیں لے لیتا اور عالمِ اسلام سے معافی نہیں طلب کرتا حکومتِ پاکستان کو ادارے کی دوسری تمام کتابوں کے ملک میں داخلے پر پابندی

عائد کر دینی چاہیئے۔" (نوائے وقت راولپنڈی ۱۴ر فروری ۱۹۸۹ء)

ملعون رشدی کی کتاب بیچنے والے ہلاک

امریکہ میں نیو یارک کے ایک روزنامہ کے دفتر اور کیلی فورنیا کے ایک روزنامہ کے دفتر اور کیلی فورنیا میں کئی دکانوں پر جہاں کہ شیطان رشدی کی نجس کتاب فروخت ہو رہی تھی نامعلوم افراد نے بموں کے زبردست حملے کیے۔ نیویارک میں جس اخبار کے دفتر پر حملے کیے گئے اس نے شیطان رشدی کی حمایت اور اس کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کی مذمت میں ایک اداریہ لکھا تھا۔ وائس آف امریکہ کے مطابق اخبار کے دفتر اور دکانوں پر حملے آتش گیر بموں سے کیے گئے۔ دھماکوں اور آتش زدگی کی وجہ سے دفتر اور دکانوں کو زبردست نقصان پہنچا اور نجس کتاب سمیت بہت سی کتابیں خاکستر ہوگئیں۔ امریکی صدر جارج بش نے ان حملوں پر برہمی کا اظہار کیا اور ان حملوں کے ذمہ دار افراد کے خلاف بڑے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت امریکہ حملوں کے ذمہ دار افراد کو تلاش کرکے ان پر مقدمہ چلائے گی اور ان کو سخت سے سخت سزا دلوائے گی۔ (مرکز اسلام آباد ۲ر مارچ ۱۹۸۹ء)

سلمان رشدی کو معافی دی جاسکتی ہے (خامنہ ای)

تہران ۱۷ر فروری ایران کے صدر سید علی خامنہ ای نے کہا ہے کہ شاتم رسولؐ سلمان رشدی اگر توبہ کرے، اپنی حماقت کا اعتراف کرے اور دین کی توہین کرنے پر مسلمانوں اور آیت اللہ خمینی سے معافی مانگے تو اس کے خلاف سزائے موت معاف کی جاسکتی ہے۔ تہران میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر سلمان رشدی توبہ کرنے میں پس و پیش کرے تو اس کی سزائے موت پر بغیر کسی تأمل کے عملدرآمد کیا جائے گا۔ انہوں نے حکومتِ برطانیہ پر بھی زبردست تنقید کی اور کہا کہ وہ وضاحت کرے کہ اس نے شیطانی کتاب کی اشاعت کی اجازت کیوں دی؟

(مرکز اسلام آباد ۱۸ر فروری ۱۹۸۹ء)

شیطانی کتاب اور برطانوی عدالت

سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف دائر کردہ مسلمانوں کی درخواست کو لندن کی ایک عدالت نے مسترد کر دیا۔ اس درخواست میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ رشدی کی کتاب" شیطانی خرافات پر پابندی لگا دی جائے اور برطانوی قانون کا اطلاق اسلام

پر بھی کیا جائے جس میں عیسائیت کے خلاف کفر بکنے پر مصنف پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ برٹش مسلم فرنٹ کی طرف سے مسلمان بیرسٹروں کے ایک پینل نے یہ درخواست عدالت میں پیش کی تھی۔ اس میں ان وکلاء نے یہ دلیل دی تھی کہ اس کتاب میں مصنف نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے اور مسلمان قوم کا منہ چڑانے کی کوشش کی ہے اور اہانت آمیز اور ملحدانہ نظریات پیش کیے ہیں جنہیں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ عدالت نے درخواست کو مسترد کر دیا اور کہا کہ یہ آزادی تحریر و تقریر کے حق کے منافی ہے۔ وکلاء نے بعد ازاں ایک بیان میں کہا کہ وہ اب عدالتِ عالیہ سے رجوع کریں گے اور جلد ہی نگرانی کی درخواست پیش کر دی جائے گی۔" (نوائے وقت لاہور ۱۰ مارچ ۸۹ء)

الکفر ملّۃ واحدہ

ہر قسم کا کفر ایک ہی ملّتِ کفر کا حصہ ہے۔ موجودہ دور کے کفار بھی اس قسم کے مواقع پر متحد ہو جاتے ہیں۔ برطانیہ ہو یا امریکہ، روس ہو یا اسرائیل وغیرہ اپنی نظریاتی بنیادوں پر وہ اسلامی اصول کی حمایت نہیں کر سکتے۔ محض سیاسی مفادات کے پیشِ نظر وہ مسلم ممالک سے تعاون کرتے رہتے ہیں۔ ملّتِ اسلامیہ اپنے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر اگر متحد ہو جائے تو پھر طاغوتی قوتوں سے اپنا لوہا منوا سکتی ہے۔ بہر حال پاکستان اور عالمِ اسلام، برطانیہ اور امریکہ کے مسلمانوں نے شیطان رشدی کے خلاف حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس و عظمت رسالت کے تحفظ کی خاطر کسی پہلو سے بھی اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کیا وہ ہزار ہا ہزار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ حق تعالےٰ سب کو اپنی اپنی نیّت اور حسن عمل کے مطابق اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حیرت انگیز پالیسی

ہم نے گذشتہ صفحات میں ہفت روزہ تکبیر (کراچی) کے حوالے سے رشدی شیطان کی کتاب کے جو اقتباسات پیش کیے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدف بنانے کے لیے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کے خلاف جارحانہ اقدام کا راستہ اختیار کیا ہے اور افسوس ہے کہ سیاسی زعماء اور لیڈرانِ قوم نے اپنے احتجاجی اجتماعات اور بیانات میں عموماً رشدی کی اس ابلیسی پالیسی کی نشاندہی نہیں کی اور نہ ہی اصحاب و ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی عظمتوں سے قوم مسلم کو آگاہ کیا ہے۔ البتہ یہ امر قابلِ اطمینان ہے کہ سینٹ کی قرارداد میں صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ جزاھم

اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

پاکستان میں کیا ہو رہا ہے

شیطان رشدی کی کتاب تو انگریزی زبان میں ہے لیکن پاکستان میں کئی اردو تصانیف ایسی شائع ہو چکی ہیں جس میں کھلم کھلا خلفائے راشدین رضؓ، صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کے خلاف زہر اگلا گیا ہے۔ ہم اظہار واقعہ کے لیے ان کے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

(۱) جناب ابوبکر اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی فرق نہیں۔ (جاگیر فدک صـ۵۰۹ مولفہ غلام حسین نجفی)

(ا) مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ میں کیا رکھا تھا کہ حضور پاک نے اپنی ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری جوان عورتوں کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی اماں بی سے اپنے پچاس برس کے سن میں شادی رچائی"۔ (حقیقت فقہ حنفیہ صـ۶۴ مولفہ غلام حسین نجفی)

(ت) بی بی عائشہ کوئی امریکن میم یا یوربین لیڈی تو نہیں تھی"۔ (ایضاً صـ۶۴)

(ج) بی بی حفصہ بد خلق تھی۔ اسی بد خلقی کے باعث حضور نے اسے طلاق دیدی تھی۔ (ایضاً صـ۶۴)

اسی مصنف نے لکھا ہے۔ جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے۔ (سہم مسموم صـ۴۳۰)۔ (ب) جناب عمر جہنم کا تالا ہے (اور بہتر تو یہ ہے کہ جہنم کا گیٹ ہوتا)۔ (ایضاً صـ۴۳۰)۔

(۲) خلفائے ثلٰثہ کے بارے میں لکھا ہے:

(ا) یہ لوگ دل وجان سے مومن نہیں تھے" (مناظرہ بغداد مولفہ حسین بخش جاڑا)۔

(ب) خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا"۔ (ایضاً صـ۱۰۰)

(۳) خلفائے ثلٰثہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایک مصنف لکھتا ہے:

اہل سنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب وامت سے افضل جانتے ہیں اور ہم ان کو دولت ایمان و ایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں (تجلیاتِ صداقت صـ۲۰۱ مولفہ محمد حسین ڈھکو)

(ب) باقی رہا مؤلف (آفتاب ہدایت) کا یہ کہنا کہ عائشہ مومنوں کی ماں ہے۔ ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ (ایضاً صـ۴۷۸)

یہاں ہم نے داماد رسول حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے متعلق مؤلف نجفی کی بعض عبارتیں نظر انداز کر دی ہیں جو کھلم کھلا ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہیں۔

اسلامی عقیدہ میں بوجہ مہاجرین اولین میں ہونے کے قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین چار ہیں۔ امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین جو بالترتیب افضل ہیں۔ یہ حضرات محبوبانِ خدا و رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) قطعی جنتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات حسبِ ارشاد ربانی وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔ پاکستان کے جن مصنفین نے خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور امہات المومنین کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اور ان کے اقتباسات بطورِ نمونہ یہاں نقل کر دیے ہیں کیا اس کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبِ رسالت اور صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور امہات المومنین کی شرعی عظمتیں پاکستان میں موجود ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

خادم اہلسنت مظہر حسین غفرلہٗ

۱۰ شعبان ۱۴۰۹ھ

آیتِ معیّت کی محقّقانہ تفسیر

حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتویؒ

نیکی کی اصل روح اور بدی کی اصل نفس ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسے بدن میں چاروں قسم کی کیفیات یعنی حرارت برودت، یبوست رطوبت کے پائے جانے سے یہ دریافت ہوا کہ بے شک بدن ان چاروں کیفیات کی اصولوں سے یعنی آگ ہوا پانی خاک سے مرکب ہے ایسے ہی بلحاظ اس بات کے کہ آدمی کے دل میں کبھی نیکی کی طرف رغبت ہوتی ہے کبھی بدی کی جانب، یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقت ان دونوں کی اصلوں سے مرکب ہے لیکن جیسے اربع عناصر میں سے ہر ایک میں ایک کیفیت خاص ہے کہ اس کے مخالف اس میں نہیں پائی جاتی اور اگر پائی بھی جائے تو عارضی ہوتی ہے جیسے پانی کا گرم ہو جانا ایسے ہی نیکی اور بدی کی اصل میں بھی ان دونوں میں سے ایک ایک ہونی چاہیے اور دوسری آجائے تو وہ عارضی ہے جب یہ بات مسلم ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ نیکی کی اصل کا نام روح کہتے ہیں اور بدی کی اصل کا نام نفس، اور روح میں کیفیت اصلی نیکی ہوگی مغلوب ہو کر اگر بدی اس سے صادر ہو تو وہ عارضی ہے اور نفس کی اصلی خاصیت بدی ہوگی۔ اور مغلوب ہو کر نیکی کرنے لگے تو وہ عارضی سمجھی جائے گی۔

روح عالم ملائکہ کی ایک چیز ہے اور نفس طبقہ شیاطین میں سے ہے اس جگہ ہم یوں قیاس کرتے ہیں کہ جیسے حرارت غریزی کے وسیلے سے ہم یوں دریافت کرتے ہیں کہ آدمی کے بدن میں ایک جز ناری بھی ہے اور پھر اس کو یوں کہتے ہیں کہ اس کی اصل کرہ ناری ہے۔ خدا نے اپنے زورِ قدرت سے اسے یہاں لا کر قید کر دیا ہے۔ ایسے ہی نیکی کے ارادہ کے وسیلے سے اوّل تو ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ آدمی میں کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ اس کی اصلی خاصیت نیکی ہے اور دوبارہ یوں سمجھتے ہیں کہ اس کی اصل طبقہ ملائکہ ہے جن کی شان میں خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا ہے۔ **لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** یعنی خدا کی نافرمانی کرتے ہی نہیں جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں۔ سو اس کا ماحصل یہی ہے کہ ان کی اصلی خاصیت نیکی ہے۔ ایسے ہی انسان کے دل میں بدی کے ارادہ اور خواہش کے وسیلے سے اول

توہم سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی جز ایسا ہے کہ اس کی اصلی خاصیت بدی ہے اور پھر یوں خیال میں آتا ہے کہ اس کی اصل طبقہ شیاطین ہے جن کے حق میں جناب باری تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں
وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا حاصل یہ کہ شیاطین اپنے رب کے قدیمی نافرمان ہیں سو اس کا ماحصل یہی ہے کہ ان کی اصلی خاصیت بدی اور نافرمانی ہے۔ القصہ روح عالم الملکوت کی ایک چیز ہے اور نفس طبقہ شیاطین سے ہے۔ خداوند کریم نے اپنے زورِ قدرت سے ان کو ایک جگہ ایسا جمع کر دیا ہے جیسا طوطی اور زاغ کو ایک قفس میں بند کر دیں۔

انسان میں نیکی و بدی کے مختلف دور میں ملائکہ اور شیاطین کی تقویت و تاثیر سے ہوتے ہیں پھر جیسے بدن کے اربع عناصر میں ہر ایک کو اس کے ہم جنس سے تقویت ہوتی ہے۔ ایسے ہی روح اور نفس کو بھی اپنے اپنے ہم جنس سے یعنی ملائکہ اور شیاطین سے تقویت ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض احادیث بھی اس پر شاہد ہیں اور بزور عقل بھی ہم یوں ہی یقین کرتے ہیں کہ اوقاتِ مختلفہ میں ہر نیکی اور بدی کے خیال کا غلبہ بوجہ ملائکہ یا بوجہ شیاطین ہو تو ہو ورنہ جو انداز طبع زاد تھا وہ ہی رہتا۔ غرض طبعی کیفیت اگر جاتی ہے تو کسی خارجی شئے کے غلبہ سے جاتی ہے سو نیکی کے خیال کا غلبہ بظاہر سامانِ بجز اعانت ملائکہ متصور نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عشق کی جانب توجہ کی زیادتی بجز تاثیر شیاطین معقول نہیں۔

نفس دب جائے تو اشداء علی الکفار کا مقام ہاتھ آتا ہے سو اگر کسی وقت نیکی کا خیال غالب ہو اور اس وجہ سے عمالِ صالحہ صادر ہوں اور اس ترکیب سے روح کی تاثیر نفس پر ایسی طرح عارض ہو جائے جیسے برتن کے نیچے آگ جلانے کی ترکیب سے آگ کی تاثیر پانی پر عارض ہو جاتی ہے اور اس کی تاثیر اصلی کو جو ٹھنڈک ہے دبا لیتی ہے تو اس صورت میں نفس بھی روح کے کام ایسے ہی دینے لگے گا جیسے بہت گرم پانی آگ کا کام دے یعنی بدن کو جلا دے علیٰ ہذا القیاس اگر نفس روح پر غالب آجائے گا تو روح نفس کی تبعیت میں نفس کے کام دینے لگے گی کیونکہ ترکیب میں یہی ہوتا ہے کہ یا یہ غالب ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اجسام میں یہی حال رہتا ہے کبھی کسی خلط کا غلبہ کبھی کسی خلط کا غلبہ، بہرحال اگر روح غالب ہوگی تو ایسے وقت میں روح کو بہ نسبت نفس کے اشداء علی الکفار میں سے سمجھنا چاہیے۔ اور اس وقت میں شیطان کا بالکل اختیار اٹھ جاتا ہے اور وہ تسلط اور حکومت جو پہلے تھی، باقی نہیں رہتی۔

نفس دب جائے تو بھی قابلِ اعتبار نہیں لیکن جیسے کسی شخص پر ہمیں ایسا اختیار تو نہ ہو، جیسے نوکر یا غلام پر ہوتا ہے مگر تاہم اپنی طرف سے اپنے جی کی بات سوجھایا کرتے ہیں وہ مانے یا نہ مانے ایسے شیطان بھی اپنی حسبِ مرضی کہنے سے یعنی وسوسہ ڈالنے سے باز نہیں آتا۔ بہرحال جن کا نفس مقہور اور مغلوب ہو

جاتا ہے وہ روح کی تبعیت میں اچھے کام کرنے لگتا ہے لیکن پھر نفس نفس ہی ہے ۔ جیسے پانی کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو آخر پھر پانی ہے ۔ اول تو آگ بجھانے میں ویسا ہی ہے جیسا ٹھنڈا پانی دوسرے یہ حرارت عارضی ہے اور عارضی چیز کا کیا اعتبار ابھی آگ جلانی چھوڑ دو یا چولھے پر سے اتار کر ذرا رکھ دو پھر وہی ٹھنڈا کا ٹھنڈا ہے اسی طرح جہاں نفس کی خبرداری سے ذرا غفلت ہوئی پھر وہی اپنیوں پر آجاتا ہے ۔

انسان ہمیشہ ایک ہی حال میں نہیں رہ سکتا | اور ہر وقت ایک سا حال رہنا محالات عادی میں سے ہے ۔ خصوصاً انسان سے جس کی شان میں جناب باری تعالےٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی حضرت آدم کی شان میں یوں ارشاد ہے کہ آدم بھول گئے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی ۔ کیونکہ جو جو اوصاف حضرت آدم علیہ السلام میں تھے ۔ تھوڑے بہت سب بنی آدم میں ہونے چاہئیں وجہ اس کی یہ ہے کہ توالد اور تناسل میں نوعیت باقی رہتی ہے اسی واسطے آدمی کے آدمی اور گھوڑی کے گھوڑا اور گدھی کے گدھا پیدا ہوتا ہے اور جب نوعیت باقی رہے تو جو وجہ نوعیت کے باقی رہنے میں نظر آتی ہے یعنی توالد تناسل وہی بعینہٖ اور اوصاف کے حق میں بھی سمجھنی چاہیے بالجملہ سب اوصاف آدم علیہ السلام نسلاً بعد نسلٍ کم و بیش سب آدمیوں میں ہوتے ہیں چنانچہ مشہور بھی ہے اَلْوَلَدُ سرٌّ لابیہ اور جب بے ثباتی بھی سب آدمیوں میں ہوئی تو پھر ایک حال پر رہنا کجا اس صورت میں لازم پڑا کہ ہمیشہ نفس کی محافظت یکساں نہ ہو بلکہ کبھی کبھی اس کی نگاہداشت میں فرق پڑے اور نفس اپنی خاصیت کی طرف مائل ہو اور کوئی نہ کوئی قصور سرزد ہو ، باقی رہی یہ بات کہ کوئی نفس کی حقیقت کو بدل کر روح بنا لے یہ خود محالات میں سے ہے خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے لاتبدیل لخلق اللّٰہ یعنی خدا کے پیدا کئے کو کوئی نہیں بدل سکتا ۔

غلبۂ نفس اور مغلوبیت نفس سے سرزد ہونے والی خطاؤں میں بے حد فرق ہے | الغرض کوئی صورت ایسی نہیں کہ انسان خطا اور قصور سے بے اندیشہ ہو جائے ۔ لیکن اس حال کا قصور اس قصور کے برابر نہیں کہ نفس اپنی خاصیت اصلی پر ہو اور اس پر روح کا ذرہ برابر اثر نہ ہو بلکہ الٹا اس کا روح پر اثر ہو کیونکہ پہلی صورت میں آدمی کا کچھ قصور نہیں اس کا کام اتنا ہے کہ روح کو غالب کر دے اور نفس کو مغلوب ، روح کی خاصیت نفس کی خاصیت کو دبا بیٹھے یہ اس کے اختیار میں نہیں کہ نفس کو بدل کر روح بنا دے یہ اس کے اختیار میں نہیں کہ مدام یکساں رہے ۔ پھر جب اس کے اختیار میں یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں اور جس قدر اس کا اختیار تھا اس قدر کر گزرا ۔ تو پھر لائق اس کے ہے کہ معاف کیا جائے چنانچہ خداوند کریم خود فرماتا ہے ۔ لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا یعنی اللہ کسی کو اس کی طاقت اور وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ۔ اس لئے ہمیں یقین کامل ہے کہ اس وقت کی خطائیں ہر چند خطائیں ہیں لیکن بسبب عموم رحمت اور وعدہ مذکور کے معاف کی جائیں ۔

اب سنیئے کہ انبیاء سے جو لغزشیں ہوئی ہیں تو شاید اس قسم کی ہوں جن پر عتاب ہوا ہے اور احتمال ہے کہ بسبب ان کے علو رتبہ کے موافق مثل مشہور نیکاں را بیش بود حیرانی " ان کی زلات سب از قسم غلط فہمی ہوں اور اوروں کو ان پر ثواب ملے پر ان کو اس پر عتاب ہو۔ لیکن صحیح اول ہی بات معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال ہر چہ بادا بادا انبیاء کے اسرار کو خدا جانے یا انبیاء۔

اشداء علی الکفار سے خطا ممکن ہے لیکن شیطان کا تسلط ممکن نہیں یہاں پر تو فقط اتنی بات سے عرض ہے کہ یہ وصف کہ جو اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا خدا نے معرض تعریف میں بیان کیا اور پھر تعریف بھی ایسے وصف کے ساتھ کہ بعد رسالت اسی کا رتبہ ٹھہرا۔ یہ وصف ایسا نہیں کہ صدور گناہ یا صدور خطا اس کے ساتھ محال ہو محال البتہ جب ہوتا کہ اس وصف والوں کو حقیقت نفسی کے تبدیل کا اختیار ہوتا۔ سو یہ تو معلوم، یہ بھی اس وصف والوں کو میسر نہیں آسکتا کہ ایک حال پر برقرار رہیں اور کیونکر رہ سکیں۔ دو چیزیں مخالف ایک دوسرے کی دشمن سے ان کو پالا پڑا۔ ایک شے ہو تو ایک حال پر رہے۔ ان کے واسطے یہی بہت ہے کہ شیطان کا ان پر تسلط نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم ان سے برائیوں کو ہٹاتا رہتا ہے، چنانچہ حضرت یوسف سے برائی اور فحش کے ہٹانے کی وجہ یہی بیان فرمائی ہے کہ وہ چنے ہوؤں میں سے ہیں۔ فرمایا ہے:

كذالك لنصرف عنه السوء یعنی یوں ہی ہوا۔ اس واسطے کہ ہٹا دیں اس سے برائی اور
والفحشاء انه من عبادنا المخلصين بے حیائی البتہ وہ ہے ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے

القصہ یہ لازم نہیں کہ جو اشداء علی الکفار رحماء بینھم ہوا کریں ان سے لغزش کا ہونا محالات میں سے ہو۔

اشداء اور رحماء کے لیے اخلاص لازم اور ریا ناممکن ہے ہاں البتہ یہ لازم ہے کہ عبادات میں فتور نہ ہو اس کے ایک افضال پر ہو۔ سو اسی لئے بعد ان دونوں وصفوں کے بطور علامات کے اور دلائل کے یوں بیان فرمایا تراھم رکعا الخ

غلط فہمی کے سبب بڑوں بڑوں سے خطا ہو جاتی ہے جب یہ بات مقرر ہو چکی تو اب ہماری عرض علماء شیعہ کی خدمت میں یہ ہے کہ اول تو بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ بڑے بڑے کسی غلطی کے سبب سے بھلی بات کو بری سمجھ جاتے ہیں خضر کی کشتی توڑنے کو حضرت موسٰی جیسے نبی اولوالعزم نے برا سمجھا اور خلاف شریعت سمجھ کر یوں فرمایا لقد جئت شيئا امرا حاصل یہ ہے کہ تو نے برا کام کیا حالانکہ انہوں نے کچھ برا نہیں کیا تھا بلکہ بھلا کیا تھا اگر نہ توڑتے تو وہ کشتی پکڑی جاتی سو اسی طرح حضرات شیعہ بلکہ حضرات ائمہ بعض اصحاب کے افعال کو مثلاً فدک کے نہ دینے کو اور سوا اس کے اور افعال کو سر دست اگر برا سمجھ گئے ہوں اور حقیقت میں وہ برے نہ ہوں تو شیعہ

حضرات ہی نقل کی رو سے فرمائیں کیا محال ہے۔

اور یہ بھی نہ سہی شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ حضرت خضر اہل مکاشفہ میں سے تھے ان کی بات اگر سمجھ میں نہ آئی تو بجا ہے ابوبکر ہم کو اہل مکاشفہ میں سے نہیں سمجھتے۔ اس لئے یہ التماس ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی باہم جو شکر رنجی ہو گئی اور منشا اس کا یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حقیقت الامر کو نہ سمجھے اور اس سبب سے دست دگر بیاں ہو گئے اور ایسے ہی حضرت زہرا رضی اللہ منہا حقیقت الامر کو سردست نہ سمجھی ہوں تو کیا ہرج ہے حالانکہ یہاں کوئی مکاشفہ کی بات بھی نہ تھی اس لئے کہ حضرت ہارون نے تو کچھ خطا کی ہی نہ تھی اگر معصوم ہونے کی وجہ سے اس بات کو مستبعد سمجھتے ہو تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تو فقط شیعوں ہی کے نزدیک معصوم تھیں۔ حضرت موسیٰ تو بالاتفاق معصوم ہیں۔

اور سلّمنا یہ بھی نہیں تو یہ ناکارہ ابھی عرض کر کے آیا ہے کہ اولیا اور مخلصیں سے چوک ہو ہی جاتی ہے اور خطا کا ہونا کچھ ان سے محال نہیں جو اس وجہ سے ان کی بزرگی کے منکر ہو جئے، بزرگی اور چیز اور صدور گناہ اور چیز۔ وہ گناہ جو مخالف ولایت ہے وہ یہ ہے کہ نفس اپنی خاصیت اصلی پر باقی ہو اور روح اس کے مغلوب ہو جائے، نہ یہ کہ بمقتضاء بشریت بھی نہ ہو۔ ورنہ ہم تو نہیں کہہ سکتے۔ حضرت آدم کی شان میں جو یہ آیا ہے۔ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ یا حضرت یونس کی تعریض ہے لَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ان سب کے کیا معنے ہوں گے، حالانکہ یہ سب وقائع کلام اللہ میں مذکور ہیں گنجائش انکار بھی نہیں اور صحابہ کے زلّات اگر زلّات بھی ہوں اور از قبیل غلط فہمی نہ ہوں تب وہ کچھ کلام اللہ میں مذکور نہیں کسی حدیث متواتر میں نہیں ممکن ہے کہ غلط ہوں اور نہ سہی ہم کہتے ہیں کہ غلط نہیں۔ لیکن جو تم جواب انبیاء کی طرف سے دوگے وہی صحابہ کی طرف سے سمجھ لو بلکہ ان کی طرف سے یہی عذر بہت ہے کہ وہ معصوم نہیں نبی نہیں اگر خطا ہو گئی تو بلا سے، جب بایں ہمہ خدا نے ان کی تعریف کر دی تو پھر کیا حاجت جواب اور کیا عذر کی ضرورت

ع ہر عیب کہ سلطان بہ پسند د ہنر ست

فضائل اصحابِ ثلاثہؓ کا ثبوت قرآن کریم سے

حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیرؒ

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (پ۱۱ رکوع ۲ سورہ توبہ)

ترجمہ: اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع ہوئے خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لیے باغ تیار کیے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ عیش کریں گے۔

اس آیت میں صحابہؓ کے مراتب کا بیان ہے۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا۔ مدارج میں پہلے مہاجرین۔ پھر انصار۔ بعدہ تابعین ہیں۔ اسی ترتیب سے آیت میں ان کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالٰی نے ہر سہ گروہ صحابہؓ کا جنتی ہونا اور ان کو پروانہ خوشنودی بارگاہِ ایزدی سے عطا ہو جانا بیان فرما دیا ہے۔ یہ آیت پکار کر کہتی ہے کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر فائق ہیں اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہے جو سب سے اسبق فی الہجرۃ مع الرسول ہے۔ جانتے ہو وہ شخص کون ہے؟ ابوبکر صدیقؓ ہے جو بحکم اس آیت کریمہ کے افضل الصحابہ ہیں۔ مکہ مکرمہ سے نکلنے کے وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا بے شک اس کو اسبق فی الہجرۃ مع الرسول کا فخر حاصل ہے اور یہ مسلم الطرفین ہے کہ وہ شخص ابوبکر صدیقؓ ہی تھا جو مکہ سے رسول پاک کا پہلا قدم اٹھانے اور مدینہ میں آخری قدم رکھنے تک آپؐ کے تابع اور ہم قدم رہا۔ جس نے یہ مبارک اور پسندیدہ خدا

سفر ہجرت اس سردار دو جہاں محبوبِ عالمیاں کے ساتھ قدم بقدم طے کیے۔ زہے نصیب ابو بکر رض زہے شان ابو بکر رض جس کو سفر میں ایسا خیر رفیق جس کے لقا کے لیے سکانِ عالم ملکوت بھی ترستے ہیں، نصیب ہوا۔

چہ خوش باشد سفر آندم کہ یارے ہمسفر باشد ۔۔۔ چناں یارے کہ زیبا طلعتش رشک قمر باشد
سوار ناقہ احمد سرور جن و بشر باشد ۔۔۔ عنانش در کفِ صدیق پیر نامور باشد

لَايَسْتَوِى مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

(پ ۲۷ سورہ حدید رکوع ۱۷)

(ترجمہ) ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کر سکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے لڑے۔ یہ لوگ بہت اعلیٰ درجے والے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیے اور دشمن سے لڑے اور سب کے لیے وعدۂ بہشت اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے)

اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے یارانِ رسولؐ جنہوں نے جانی و مالی خدمات کیں بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اب کون شخص انکار کر سکتا ہے کہ اصحابِ ثلاثہؓ پہلے گروہ میں داخل ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اپنی جان و مال کو آقائے نامدار (رسولؐ پاک) پر نثار کیے ہوئے تھے اور کفار نابکار سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کی رُو سے بھی ابو بکر صدیق رض کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے لا کر پیش کر دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ لیا۔ پھر ابو بکر صدیق رض ہی وہ شخص ہیں جن کے گھر سے غارِ ثور میں سید انس و جاں (فداہ ابی و امی) کا نان نفقہ پہنچتا رہا۔ کوئی نہیں جو اس یارِ غار کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

۷۔ هُوَ الَّذِىٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۴)

(ترجمہ) اس خدا نے اے رسول تجھے خاص اپنی نصرت سے تائید کی اور مومنوں کی جماعت سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا۔ ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیروکار مومن۔

اس جگہ خداوند کریم رسول پاک کو اطمینان بخش الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہرچند کفار تجھ سے مکر لڑائیں تیرا بال بینکا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے جبکہ آپ کے حامی اور مؤید ایک تو ہماری خاص نصرت ہے دوسرا آپ کے ماتحت وہ الہٰی فوج ہے جس کا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (قساوت وجبن) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جملہ امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور سے ایمان (اخلاص و اطاعت فرمان) کا تمغہ مبارک خطاب مومنین عطا ہو چکا ہے۔

دوم۔ اس بیڑہ کے جملہ جنگی ملازمین کے ہم نے دل باہم ایسے جوڑ دیئے ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں کبھی پھوٹ ڈال سکے اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دیئے جاتے تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔ شیعہ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ جماعت رسولی میں تو ایک خالص مخلص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور خالص مخلص جماعت کو بارگاہِ الہٰی سے مومنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الہٰی شہادت کے ان کی بابت کیسے اشتباہ کر سکتے اور اس لقب خداداد (مومنین) کا تمغہ ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ایک ادنیٰ ملازم تک اس الہٰی تمغہ (ایمان) سے لیس ہو چکے ہیں اس

(باقی ص۲۶ پر)

خلفائے راشدینؓ

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک ایسا انسانی مجموعہ تھا جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد انسانی کمالات پیدا کر دیئے تھے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں ؎

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولیٰ صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز
اس کے زمانے عجیب اس کے فسانے غریب عہدِ کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل
ساقیِ اربابِ ذوق، فارسِ میدانِ شوق بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل"

اب ہم اس کے بارے میں کچھ تاریخی شہادتیں اور بیانات نقل کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ محض عقیدت مندی پر مبنی یک طرفہ بیان نہیں ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰؓ اور صحابہ کرامؓ

ہم اس سلسلہ کا آغاز سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خطبات کے دو اقتباسات سے کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں (جن کی ذات بعض مکاتبِ خیال اور فرقوں کے یہاں موضوع بحث بن گئی ہے) ان کی شہادت شہادتِ عینی کے مصداق اور ان کا بیان اہل بیت کرام کی صداقت اور بلاغت و فصاحت علوی کا مظہر ہے، یہ ملحوظ رہے کہ یہ بیان اپنے ان رفقاء کے متعلق ہے جو ان کی زندگی میں سفر آخرت اختیار کر چکے اور اس وقت دنیا میں موجود نہیں تھے۔ یہ بیان صرف

ؔ واوین کے درمیان کی عبارت مصنف کے رسالہ "نبوت کا کارنامہ" سے ماخوذ ہے۔

چار جلیل القدر صحابہ اور رفقاء (سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن الاسودؓ، عمار بن یاسرؓ) کے متعلق نہیں ہوسکتا جن میں سے متعدد ان کی زندگی میں موجود اور ان کے ہم رکاب ہیں[1]۔ یہ اقتباسات آپ کے خطبات اور رسائل و فرامین کے (حضرات شیعہ کے نزدیک) معتبر اور متفق علیہ مجموعہ "نہج البلاغہ" سے ماخوذ ہیں جو شہرہ آفاق ہاشمی شیعی ادیب و شاعر "الشریف الرضی" (۳۵۹-۴۰۴ھ) کا جمع کیا ہوا ہے جو اپنے عہد سے لے کر اس عہد تک مستند، متداول اور متبرک ہے اور جس کی شرح مشہور شیعہ عالم و متکلم ابن ابی الحدید (۵۸۶-۶۵۵ھ) نے بڑے شرح و بسیط کے ساتھ لکھی ہے، خطابت و بلاغت کے اس شکوہ اور کمال کی بناء پر جو حضرت امیر المومنین کا حصہ ہے اور قارئین کو ہر طرح کے شک و شبہ سے دُور رکھنے کے لیے ہم ایک طرف اصل عبارت نقل کرتے ہیں، دوسری طرف اس کا ترجمہ دیتے ہیں۔ امیر المومنین فرماتے ہیں:

لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فما أری احداً یشبھم منکم! لقد کانوا یصبحون شعثاً غبرًا وقد باتوا سجّدًا وقیامًا، یراوحون بین جباھھم وخدودھم، ویقفون علی مثل الجمر من ذکر معادھم کان بین أعینھم رکب المعزی من طول سجودھم! اذا ذکر اللّٰہ ھملت اعینھم حتی تبلّی جیوبھم

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب کی ایسی شان دیکھی ہے کہ میں تم میں سے کسی کو ان کا مشابہ نہیں، وہ صبح اس حال میں نظر آتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں۔ رات انہوں نے سجدے اور قیام میں گذاری ہوتی، کبھی اپنی پیشانیوں پر جھکے ہوتے تھے، کبھی اپنے رخساروں پر قیامت کی یاد سے ایسے بے چین نظر آتے تھے جیسے انگاروں پر کھڑے ہوں۔ ان کی پیشانی (کثرت و طول سجود سے ایسی سخت و خشک معلوم

---

[1] حضرت عمارؓ بن یاسر نے خلافت مرتضوی میں ۳۷ھ میں اور سلمان فارسیؓ نے ۳۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت علیؓ کی شہادت ۴۰ھ کا واقعہ ہے۔

ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف، خوفًا من العقاب ورجاءً للثواب

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:

این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوہ وقراو القرآن فاحکموا رھیجوا الی القتال فولھوا ولہ اللقاح الی اولادھا وسلموا السیوف اغمادھا، واخذوا باطراف الارض زحفا زحفا وصفًا وصفًا بعض ھلک وبعض نجا، لایبشرون بالاحیاء ولا یعزون بالموتی مرہ العیون من البکاء خمص البطون من الصیام، ذبل الشفاہ من الدعاء صفر الالوان من السھر علی وجوھھم غبرۃ الخاشعین۔

ہوتی تھی جیسے بکری کی ٹانگ، اللہ کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھیں ایسی اشک بار ہوجاتیں کہ ان کے گریبان اور دامن تر ہوجاتے اور وہ اس طرح لرزتے ہوئے نظر آتے جیسے تیز آندھی کے وقت درخت سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں،

وہ لوگ کہاں ہیں جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اس کو قبول کیا، قرآن پڑھا تو اس پر اچھی طرح سے عمل کیا، جہاد کے لیے ان کو جوش دلایا گیا تو اس طرح اس کی طرف بڑھے جیسے اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف دوڑ کر جاتی ہیں۔ انہوں نے تواریں بے نیام کرلیں اور اطراف زمین میں گروہ در گروہ ہوکر پروانہ وار بڑھے۔ کوئی شہید ہوگیا کوئی بچا، نہ ان کو اپنے ساتھیوں کی زندگیوں کی مبارک باد دی جاسکتی ہے (اس لیے کہ وہ شہادت کو نعمت سمجھتے ہیں) نہ دنیا سے رخصت ہونے والے ساتھیوں پر ان سے تعزیت کی جاسکتی ہے (کیونکہ وہ ان پر رشک کرتے ہیں اور ان کو کامیاب سمجھتے ہیں) ان کی آنکھیں فرط گریہ سے سفید ہوگئیں۔ ان کے پیٹ روزوں کی وجہ سے پیٹھ سے لگے

ہوئے ہیں، ان کے ہونٹ دُعا سے خشک ہو رہے ہیں، ان کے رنگ بے خوابی و شب بیداری سے زرد ہیں۔ ان کے چہروں پر اہلِ خشیت کی اداسی ہے۔

اولئک اخوانی الذاھبون، فحق لنا ان نظمأ الیھم ونعض الایدی علی فراقھم۔

یہ میرے وہ بھائی ہیں جو دنیا سے چلے گئے۔ ہم کو حق ہے کہ ہم میں ان سے ملنے کی پیاس پیدا ہو اور ہم ان کی جدائی پر ہاتھ ملیں۔

صحابہ کرامؓ و شیخینؓ کے بارے میں غیر مسلم فضلاء اور مستند مغربی مورخین کی شہادتیں

اس مبارک آغاز کے بعد ہم چند غیر مسلم فضلاء اور مستند مورخوں کی شہادتیں نقل کرتے ہیں۔

مغربی فاضل کائتانی اپنی کتاب "سنین اسلام" میں کہتا ہے:

"یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وراثت کے سچے نمائندے مستقبل میں اسلام کے مبلغ، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، اس کے امین تھے۔ رسول اللہ کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر و جذبات کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا تھا جس سے اعلیٰ اور متمدن ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا اور بعد میں انہوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصول و افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے۔ یہ لوگ مقدس صحیفہ کے امین اور اس کے حافظ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لفظ یا حکم انہیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔

یہ تھے اسلام کے قابلِ احترام پیشرو جنہوں نے مسلم سوسائٹی کے اولین فقہاء، علماء اور محدثین کو جنم دیا۔[1]"

مشہور فرانسیسی مصنف ڈاکٹر لیبان اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تمدنِ عرب" میں لکھتا ہے:

"غرض یہ ہے کہ اس نئے دین کو بہترے مواقع درپیش تھے اور بے شک وہ اصحابِ نبی کی خوش تدبیری تھی جس نے انہیں ان مواقع پر کامیاب کیا۔ انہوں نے خلافت کے لیے ایسے ہی اشخاص کا انتخاب کیا جن کی ساری غرض اشاعتِ دینِ محمدی تھی۔[1]"

مشہور انگریز مصنف گبن (EDWARD GIBBON) خلفائے راشدین کے متعلق اپنی کتاب "زوال وسقوطِ روما" DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE میں لکھتا ہے:

"پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی سرگرمی، دلدہی اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت واختیار پاکر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاقی اور مذہبی میں صرف کیں۔[2]"

ڈاکٹر فلپ ہٹی (DR. PHILIP HITTI) اپنی مشہور کتاب "مختصر تاریخ عرب" (A SHORT HISTORY OF THE ARABS) میں لکھتا ہے:

"ابوبکرؓ مرتدین کو مغلوب کرنے والے اور جزیرۃ العرب کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے متحد کرنے والے ایک سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے جو متانت و وقار سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اپنی خلافت کی مختصر مدت کے پہلے چھ مہینے میں روزانہ اپنی قیام گاہ "سنح" سے جہاں وہ اپنے مختصر خاندان کے ساتھ ایک معمولی سے مکان میں رہتے تھے۔ صبح اپنے دارالحکومت مدینہ کی طرف آتے تھے۔ وہ حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے، اس لیے کہ اس وقت حکومت کی کوئی آمدنی نہیں تھی جو قابلِ ذکر ہو۔ وہ حکومت کے تمام کام مسجد نبویؐ کے صحن

---

[1] تمدنِ عرب صفحہ ۱۲۴ ترجمہ شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی، مطبع آگرہ

[2] تمدنِ عرب صفحہ ۳۸۴-۸۵، جلد ۵ مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء

میں بیٹھ کر انجام دیتے تھے۔

ان کے باصلاحیت جانشین عمر (۶۳۴-۴۴ء) سادہ زندگی بسر کرنے والے اور بہت فعّال تھے۔ دراز قد، مضبوط جسم اور سر کے بال گر گئے تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد کچھ عرصہ تجارت ان کا ذریعہ معاش تھی اور بالکل بدو سرداروں کی طرح ان کی زندگی شان و شوکت اور لڑائی کے مظاہرے سے دُور تھی۔ ان کا بے داغ کردار ان کے جانشینوں کے لیے ایک مثال تھا، بتلایا جاتا ہے کہ ان کے پاس صرف ایک قمیص اور ایک لبادہ تھا جس پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ کھجور کی چھال بھرے ہوئے بستر پر سوتے تھے اور انہیں دین کی پاسداری، انصاف اور حکومت کو اسلام اور عربوں کے لیے محفوظ رکھنے کے علاوہ اور کسی بات کی فکر نہیں تھی[1]۔"

سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) اپنی مشہور کتاب (THE ANNALS OF THE EARLY CALIPHATE) تاریخ خلافت اولیٰ میں لکھتے ہیں:

"ابو بکرؓ کے دربار کی سادگی کا وہی عالم تھا جو محمدؐ کی زندگی میں تھا۔ نہ خدّام تھے اور نہ محافظ اور نہ حکومت کی شان و شوکت ظاہر کرنے والی کوئی اور شئے۔ ابو بکرؓ محنت کے عادی تھے اور ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملات کی جزئیات پر بھی نظر رکھتے تھے۔ راتوں کو وہ مصیبت زدہ اور غرباء کی تلاش میں گھومتے رہتے۔ حکومت کے عمّال اور اعلیٰ حکام کو تعینات کرنے میں کنبہ پروری یا طرف داری سے بالاتر تھے اور ان کے کردار سے عقل و دانش کا اظہار ہوتا ہے[2]۔"

مزید لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد سے سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے، کیونکہ انہیں کی دانائی، استقلال کا ثمرہ تھا کہ اس دس سال کی مدت میں شام، مصر، فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے، تسخیر ہو گئے....

---

[1] ہسٹری آف دی عربس (HISTORY OF THE ARABS) لندن ۱۹۵۲ء صـ ۲۶

[2] THE ANNAL OF EARLY CALIPHATE LONDON 1882 P. 128

مگر باوجود ایسی عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے آپ کو کبھی اپنے فیصلہ، فراست اور متانت کی میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب کے ساتھ اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبویؐ کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں؟ حالانکہ شہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔"[1]

جسٹس سیّد امیر علی کے بیانات

سُنّی فضلاء اور مصنفین کے بجائے ہم چند اقتباسات رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی[2] کی کتاب (A SHORT HISTORY OF THE SARACENS) سے پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"خلفاء راشدین کے زمانے میں مسلمانوں کی جو سیاسی حالت تھی، اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو جو منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے وہ ایک عوامی حکومت کا ہے جس کا سربراہ ایک منتخب شدہ امیر تھا جو محدود اختیار کا مالک تھا۔ رئیس مملکت کے خصوصی اختیارات انتظامی اہتمامی امور کے دائرہ کے اندر محصور تھے۔ قانون سب کے لیے ایک تھا۔ امیر کے لیے بھی اور غریب کے لیے بھی، صاحب اقتدار کے لیے بھی اور کھیت پر محنت

---

[1] ترجمہ ماخوذ از "آیات بینات" از نواب محسن الملک صفحہ ۲۰-۲۱ (مطبع مصطفائی، ۱۳۱۵ھ)

[2] سید امیر علی (۱۸۴۹ء - ۱۹۲۸ء) سادات کے ایک شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو خراسان سے نادر شاہ کے ساتھ آیا۔ محسنیہ ہگلی کالج کلکتہ میں انگریزی اور عربی کی تعلیم حاصل کی اور قانون کا مطالعہ کیا۔ ۱۸۷۳ء میں بیرسٹری کی سند حاصل کی۔ ۱۹۰۴ء میں بنگال ہائی کورٹ سے سبکدوش ہوئے اور انگلستان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۰۹ء میں لندن کی پریوی کونسل کی قانونی کیٹی کے پہلے ہندوستانی رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں انتقال کیا۔ اسلامیات پر لکھنے والے شاید کسی ہندوستانی مصنف کے پاس ایسا پرزور قلم اور اس کو اہلِ زبان کی طرح انگریزی پر ایسی قدرت ہو جتنی کہ سید امیر علی کو تھی بقول مستشرق (OSBORN) "کم ایسے اہلِ زبان ہوں گے جو مصنف کے اسلوب کا مقابلہ کر سکیں۔"

مشقت کرنے والے کے لیے بھی"۔[1]

آگے لکھتے ہیں:

"خلفائے راشدین نے جس سخت گیری سے اپنے آپ کو عوام کی بہبود کے لیے وقف کر رکھا تھا اور جس انتہائی سادگی سے وہ زندگی بسر کرتے تھے، وہ ہادئ اسلام کی مثال کی پوری پوری تقلید تھی۔ انہوں نے خدم و حشم اور ظاہری شان و شوکت کے بغیر محض اپنے حسن کردار اور سیرت کی مدد سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی"۔[2]

جہاں تک شیخین (خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور خلیفۂ دوم حضرت عمر رضؓ) کا تعلق ہے، سید امیر علی نے ان کے زاہدانہ طرزِ زندگی، ان کی معدلت شعاری اور ان کی خدمات اور احسانات کا پوری فراخ دلی اور زورِ قلم کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے متعلق لکھتے ہیں:

"عربوں میں کسی قبیلہ کی سرداری اور سربراہی موروثی نہیں ہوتی، اس کا انحصار انتخاب پر ہوتا ہے۔ عمومی حق رائے دہندگی کے اصول پر شدت سے عمل کیا جاتا ہے۔ قبیلہ کے تمام افراد کی سردار کے انتخاب میں آواز ہوتی ہے۔ انتخابِ متوفّی کے پسماندگان کے افرادِ نرینہ میں، سن و سال، بزرگی و تقدم (SENIORITY) کے اصول پر ہوتا ہے۔ اس قدیم قانون و روایت کی پیغمبر صاحب کے جانشین کے انتخاب میں بھی پابندی کی گئی چونکہ حالات کی نزاکت کسی تاخیر کی اجازت نہیں دیتی تھی، اس لیے ابو بکر رضؓ جو اپنی عمر اور اس حیثیت و مرتبہ کی بناء پر جو ان کو مکہ میں حاصل تھا اور وہ عربوں کے حساب و اندازہ میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے بغیر کسی تاخیر کے خلیفہ یا پیغمبر کے جانشین منتخب ہوئے۔ ابو بکر رضؓ اپنی دانشمندی اور اعتدال کی وجہ سے امتیازِ خاص کے مالک تھے۔ ان کے انتخاب کو حضرت علی رضؓ اور خاندانِ نبوت نے اپنی روایتی خلوص اور اسلام کے ساتھ وفاداری اور دلی وابستگی کی بناء پر تسلیم کیا"۔[3]

۱؎ ماخوذ از روح اسلام ترجمہ "SPIRIT OF ISLAM" مطبوعہ ادارہ ثقافت، لاہور، صہ ۴۲۰ - ۴۲۱ ۲۔ روح اسلام صہ ۴۲۳

۳؎ A SHORT HISTORY OF THE SARACENS P-21

آگے چل کر حضرت عمرؓ کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت ابوبکرؓ کا مختصر دورِ خلافت ریگستانی قبیلوں میں امن و امان قائم کرنے ہی میں صرف ہوگیا۔ انہیں صوبوں کی باقاعدہ تنظیم کی مہلت نہ ملی لیکن جب حضرت عمرؓ، جو صحیح معنوں میں ایک عظیم انسان تھے، مسندِ خلافت پر بیٹھے تو اس وقت محکوم قوموں کی فلاح و بہبود کے بارے میں انتھک کوششوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ابتدائی مسلم حکومتوں کا طرۂ امتیاز ہے[1]۔"

حضرت عمرؓ کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کی جانشینی اسلام کے لیے بڑی قدر و قیمت کی حامل تھی۔ وہ اخلاقی طور پر ایک مضبوط طبیعت و سیرت کے آدمی، انصاف کے بارے میں بڑے بااصول اور حساس، بڑی قوتِ عمل اور سیرت کی پختگی کے آدمی تھے[2]۔"

حضرت عمرؓ کی وفات اسلام کے لیے ایک بڑا سانحہ اور خسارہ تھا۔ سخت لیکن منصف، دوربین، اپنی قوم کی سیرت و مزاج کا بڑا وسیع تجربہ رکھنے والے ایک ایسی قوم کی قیادت کے لیے بڑے موزوں تھے جو بے آئینی کی خوگر تھی۔ اپنے مضبوط ہاتھ میں تازیانہ رکھتے ہوئے خانہ بدوش قبائل اور ان نیم وحشی لوگوں کے رجحانات کو انہوں نے قابو میں رکھا اور ان کو اس وقت اخلاقی گراوٹ سے بچا لیا جب ترقی پسند شہروں کے عیش و عشرت اور وسائل راحت اور مفتوحہ ملکوں کی دولت سے ان کا سابقہ پڑ رہا تھا۔ وہ اپنی رعیت کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے دسترس میں تھے۔ رات میں لوگوں کی حالت معلوم کرنے کے لیے بغیر کسی محافظ یا مصاحب کے گشت کرتے۔ یہ اس شخص کی حالت تھی جو اپنے عہد کا سب سے طاقتور حکمران تھا[3]۔"

حضرت عثمان غنیؓ

مستند تاریخ کی شہادت ہے کہ خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی سادہ اور زاہدانہ

---

[1] روحِ اسلام صفحہ ۴۳۳ [2] A SHORT HISTORY OF THE SARACENS P-27

[3] A SHORT HISTORY OF THE SARACENS P 43

تھی۔ وہ باہر سے آنے والے وفود اور خلافت کے مہمانوں کو پُرتکلف کھانا کھلاتے تھے، لیکن ان کو گھر میں روغنِ زیتون یا سرکہ کے ساتھ روٹی کھاتے دیکھا گیا ہے[۱] صائم الدہر تھے۔ خدام کے باوجود اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ رات کو کسی ملازم کو جگاتے نہیں تھے۔ فرماتے تھے کہ رات ان کی ہے[۲]

ان کا ایک غلام تھا۔ انھوں نے اس کے کبھی کان کھینچے تھے۔ اپنے عہدِ خلافت میں اس سے کہا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو، اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے کہا اچھی طرح سے بدلہ لے لو، دنیا میں بدلہ ہو جائے، آخرت میں حساب باقی نہ رہے[۳]

عبدالملک بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو اپنے عہدِ خلافت میں جمعہ کے دن منبر پر دیکھا، ان کے جسم پر ایک موٹی عدنی چادر تھی جس کی قیمت چار پانچ درہم ہوتی تھی[۴] حسن بصری رحؒ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں دوپہر کو آرام کر رہے ہیں، کھڑے ہوتے ہیں تو ان کے پہلو پر کنکریوں کا نشان نظر آتا ہے اور لوگوں میں چرچا ہے کہ یہ امیرالمومنین ہیں[۵] منبر پر بیٹھ کر بازار کے نرخ وغیرہ دریافت کرتے تھے۔ مسلمانوں کے معاملات کا ان کو بڑا اہتمام تھا۔ موسیٰ بن طلحہ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا۔ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور وہ لوگوں سے ان کے حالات اور سفر کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں، ان کے ایثار و قربانی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے ان باغیوں سے جو مصر سے آکر ان پر حملہ آور ہوئے تھے، طاقت موجود ہونے کے باوجود لڑنا اور کسی مسلمان کا خون بہانا پسند نہیں کیا اور اسی حال میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے جان دی۔ اسی کے ساتھ خلافت سے دستبردار ہونا بھی گوارا نہیں کیا جس کو وہ مسلمانوں کی امانت اور احادیث اور اشاراتِ نبویؐ کی

۱؎ روایت شرجیل بن مسلم بسند صحیح "حلیۃ الاولیاء" ابی نعیم ج ۱ ص ۶۰

۲؎ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۰ ۳؎ الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ للمحب الطبری ورق ۲۰۵ (ب) نمبر مخطوطہ ۱۴۸۰ کتب خانہ ندوۃ العلماء ۴؎ حلیۃ الاولیاء (ابی نعیم) ج ۱ ص ۶۰ ۵؎ ایضاً ص ۶۰

بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء سمجھتے تھے[1]۔

بقول سید امیر علی "ان کی سب سے بڑی خوبی خدا ترسی تھی[2]"، جب کہ ولیم میور کے مطابق وہ بہت نرم دل تھے اور اگر انہیں امن و امان کا زمانہ ملتا تو وہ عوام میں بہت مقبول ہوتے[3]۔ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (SHORTER ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM) میں لیوی ڈیلاویڈ رقم طراز ہے کہ "ویلہاؤسن" نے ذکر کیا ہے اور کیتانی نے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ عثمان رضؓ نے عمر رضؓ کی پالیسی پر ہی عمل کیا اور اسے اور ترقی دی[4]"

خلافت عثمانی میں جو ۱۲ سال کے عرصہ پر محیط ہے ایسی عظیم الشان فتوحات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ہوئیں جن کی نظیر اس سے پیشتر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس زمانہ میں اسلامی مملکت کے دائرہ میں بڑی وسعت ملی۔ اس کے حدود سندھ سے لے کر اندلس (اسپین) تک جا پہنچے۔ اسلامی افواج نے اس عہد میں بڑی جنگوں کے علاوہ بحری قوت کا بھی مظاہرہ کیا اور قبرص، روڈس کے جزائر فتح کیے، ایک عظیم الشان بحری بیڑا تیار کیا گیا حالانکہ اس سے پیشتر ان کے پاس ایک کشتی بھی نہ تھی۔ اسلامی فوج ۲۲ ھ میں ابنائے قسطنطنیہ (باس فورس) تک جا پہنچی۔ ۲۵ ھ میں طرابلس الغرب (لیبیا) پر فوج کشی ہوئی اور دو ہی سال بعد تونس، الجزائر اور مراکش کے علاقوں کو فتح کر لیا گیا۔ اسی سال عبداللہ بن نافع نے سمندر پار کر کے اندلس کا محاصرہ کیا۔ مسلمانوں کی فوجیں قفقس (رک باآں) اور بحیرۂ اسود کے کناروں تک جا پہنچیں۔ ۳۰ ھ میں خراسان اور طبرستان کی طرف پیش قدمی ہوئی۔ جرجان خراسان طبرستان فتح ہوا۔ عبداللہ بن عامر نے مزید آگے جا کر سوات، کابل، سجستان، نیشاپور اور ارد گرد کے علاقوں کو مطیع بنایا۔ طخارستان

---

[1] ماخوذ از کتاب تاریخ الخلفاء (سیوطی) البدایۃ والنہایۃ بیروت مکتبۃ المعارف (ابن کثیر) طبع ۱۹۶۶ء وغیرہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۵۳ء

[2] A SHORT HISTORY OF SARACENS, LONDON P-48

اورکرمان فتح ہوئے اور یوں کوہ قاف اور بحر خزر (قزوین) تک اسلامی حکومت وسیع ہوگئی۔ ان کے مبارک عہد میں مسلمانوں نے ہندوستان کی طرف بھی توجہ دی اور گجرات کے ساحلی علاقوں تک ان کے قدم جا پہنچے[1]۔ ان کے عہدِ خلافت میں تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت تجارت و علوم و فنون کو بھی ترقی ہوئی۔ دولت و ثروت اور فارغ البالی کا دور دورہ ہوا۔

ان کی ایک اہم خدمت مسجد الحرام کی توسیع ہے جو ۲۶ ھ میں کی گئی۔ ۲۹ ھ میں انہوں نے مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع کرائی، بحری فتوحات کے سلسلہ میں بھی حکم دیا کہ مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں تعمیر کی جائیں اور پرانی مساجد مزید وسیع کی جائیں۔ ان کا سب سے بڑا اور عظیم الشان کارنامہ عالمِ اسلام کو ایک مصحف اور ایک ہی قرأت پر جمع کرنا تھا۔ قرآن مجید کو لکھوا کر تمام ممالکِ اسلامیہ میں شائع کرنا اور ایک ہی قرات پر سارے ممالکِ اسلامیہ کو متحد کر دینا خلافتِ عثمانیہ کا مہتم بالشان واقعہ ہے[2]۔

حضرت علی مرتضیٰ رض

جہاں تک خلیفۂ چہارم سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی کا تعلق ہے ان کے بارے میں سوائے خوارج کے کسی کو کوئی

---

[1] ان وسیع اور عظیم فتوحات کے نتیجہ میں جس وسیع پیمانہ پر اسلام کی اشاعت ہوئی اور ملک کے ملک اور قوموں کی قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اس کا آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے اور تاریخ سے اس کی شہادتیں ملتی ہیں۔ [2] تلخیص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۳۔ یہاں اس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جب حضرت علی رضؓ سے کوفہ کے کچھ لوگوں نے اس بات کی شکایت کی کہ ان کے پیشرو نے قرآن مجید کی ایک قرأت پر لوگوں کو جمع کر دیا ہے تو حضرت علی رضؓ نے انتہائی برہمی کے ساتھ جواب دیا۔
دو خاموش! عثمان رضؓ نے ہم میں سے سربرآوردہ صحابہ رضؓ کی رائے سے ہی یہ قدم اٹھایا تھا، اور اگر اس وقت ان کے بجائے میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔

اختلاف نہیں۔ ہم یہاں ان کے ایک رفیق ضرار بن ضمرہ کا ایک بیان پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جب میں انہوں نے حضرت معاویہؓ کی فرمائش و اصرار پر امیر المومنین کے بارے میں اپنی معلومات، مشاہدات و تاثرات پیش کیے اور الفاظ میں تصویر کشی کی کوشش کی، اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ خلافت و حکومت میں بھی اس قدسی جماعت کی کیا حالت تھی جو درسگاہِ نبوت اور مدرسۂ ایمانی و قرآنی سے تیار ہو کر نکلی تھی۔

وہ ان کو دنیا اور اس کی بہار اور رونق سے وحشت ہوتی تھی اور رات اور اس کی تاریکی میں دل بہلتا تھا، آنکھیں پُر اشک رہا کرتی تھیں، ایک لمبے فکر اور سوچ میں رہا کرتے تھے۔ لباس وہ پسند آتا جو موٹا ہو، کھانا وہ دل کو بھاتا جو معمولی اور سادہ ہو بالکل معمولی آدمی کی طرح رہتے، ہم میں ان میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا۔ جب ہم کچھ پوچھتے تو جواب دیتے۔ جب ہم آتے تو وہ سلام میں پہل کرتے، جب ہم بلاتے تو بے تکلف آجاتے لیکن ان کے یہاں اس تقرب اور ہمارے اس قرب کے باوجود رعب اتنا تھا کہ ہم گفتگو نہ کر سکتے اور خود چھیڑ کر بات نہ کر سکتے۔ دین داروں کی تعظیم کرتے تھے اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے۔ طاقتور کو ان سے کسی غلط چیز کی امید نہ ہوتی اور کمزور ان کے انصاف سے ناامید نہ ہوتا۔ بخدا میں نے ان کو بعض مواقع پر اس وقت دیکھا ہے کہ رات نے اپنے پردے ڈال دیے تھے اور تارے ڈھل گئے تھے۔ وہ اپنی محراب میں کھڑے تھے، داڑھی پکڑے ہوئے، مار گزیدہ کی طرح تڑپتے تھے اور اس طرح روتے تھے کہ جیسے دل پر چوٹ لگی ہو، گویا میں سن رہا ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں۔ اے دُنیا! اے دُنیا! کیا مجھ سے چھیڑ کرنے چلی ہے، اور مجھ پر تیری نظر ہے؟ اس کی امید نہ کرنا، کسی اور کو فریب دے۔ میں نے تجھ کو ایسا چھوڑا ہے کہ کبھی تیرا نام بھی نہ لوں گا۔ تیری عمر مختصر، تیری زندگی بے وقعت اور تیرا خطرہ بہت ہے۔ ہائے سامانِ سفر کس قدر کم ہے، سفر کتنے دُور کا ہے۔ راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔[۱]"

---

[۱] صفۃ الصفوۃ ابن جوزی ص ۱۲۲

خلفاء کی زاہدانہ زندگی اور خاندان میں سے کسی کو جانشین نہ بنانا۔

ان خلفاء کے اخلاص، للّٰہیت، ان کی عظمت و انفرادیت کی کھلی ہوئی ایک دلیل یہ تھی کہ انہوں نے مُوسّسین سلطنت اور دوراندیش بلندحوصلہ حکمرانوں کی طرح نہ تو اس بے پایاں دولت اور صدیوں کے اندوختہ سے جو سیلاب کی طرح فارس و روما سے امنڈتا ہوُا چلا آرہا تھا، کوئی فائدہ حاصل کیا اور عیش و عشرت کی نہ سہی، فراغت و راحت کی زندگی گذاری بلکہ اپنے مقتدیٰ اور محبوب کے نقشِ قدم پر چل کر عُسرت و تنگی اور زہد و ایثار کی زندگی گذاری بلکہ وہ خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے زیادہ فارغ البال و مطمئن تھے۔

جس طرح ان خلفاء نے زندگی بسر کی اس کے متعلق گبن لکھتا ہے؛

"ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی ہمت وجرأت کی آزمائش رسول اللہ کے زمانے کے سخت حالات اور جنگوں کے ذریعے ہوچکی تھی اور جنّت کی بشارت نے انہیں دنیاوی لذّات اور خطرات سے لاپرواہ بنادیا تھا لیکن انہوں نے حکومت کی باگ ڈور اس وقت سنبھالی جب وہ سن رسیدہ ہوچکے تھے اور دین اور انصاف ان کی نظروں میں حکومت سے زیادہ اہمیت حاصل کرچکا تھا، ان کی انتہائی سادہ زندگی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی جو روئے زمین کے بادشاہوں کی شان و شوکت کے لیے تازیانہ کا حکم رکھتی تھی[۲]"

دوسرے یہ کہ ان میں سے کسی نے اختیار کے باوجود اپنے بیٹے یا قریب ترین فردخاندان کو اپنا جانشین نہیں بنایا بلکہ بالعکس انہوں نے ان کو خلافت کی ذمّہ داری سے الگ رہنے کی ہدایت اور مسلمانوں کو ان کو منتخب نہ کرنے کی وصیت کی جس کی بناء پر (فطرت، جذبۂ انسانی اور صدیوں نہیں ہزاروں برسوں کی حکومتوں، حکمرانوں کی روایات اور تجربوں کو سامنے رکھ کر)

۲- Edward Gibbon, The Decline and Fall of the Roman Empire, London 1911 Vol. V P. 399

اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ سرتاپا اخلاص، للّٰہیت ظاہراً و باطناً بےغرض و بےلوث تھے اور ان کا خلافت کی ذمہ داری قبول کرنا محض رضائے الٰہی کی خاطر، دین کی اشاعت و استحکام اور فتنوں اور خطرات کے دروازے بند کرنے کے سوا کچھ نہ تھا ورنہ (جیسا کہ بعض مکاتب خیال کا خیال اور قول ہے) اگر انہوں نے خلافت اپنے ذاتی اغراض، جاہ طلبی اور مقصد براری کے لیے قبول کی تھی تو دنیا کا فائدہ اٹھائے بغیر اپنی عاقبت خراب کرنا "گناہ بے لذّت" کے سوا کچھ قرار نہیں پاتا اور یہ کسی ذی ہوش آدمی کا کام نہیں ہو سکتا کہ وہ "کوہ کندن کاہ برآوردن" کے مرادف ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا زہد و ایثار اور احتیاط

ہم اس موقع پر ایک مثال حضرت ابوبکرؓ کی سیرت کی اور ایک حضرت عمرؓ کے واقعہ کی دینے پر اکتفا کریں گے جس کے بعد ہر ایسا شخص جس کی عقل و ضمیر کو تعصّب نے مغلوب نہیں کیا ہے وہ خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

عہد صدیقی کا مؤرخ لکھتا ہے:

"ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی، جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرہ میں سے کچھ درہم بچا کر جمع کر لوں۔ فرمایا جمع کر دو۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو دیئے کہ شیرینی لادو۔ پیسے لے کر کہا۔ معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضرورت سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا بیت المال کا حق ہے۔ چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کر دیے اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔"[1]

حضرت حسنؓ راوی ہیں کہ "حضرت ابوبکرؓ کا آخری وقت ہوا تو فرمایا۔ "عائشہؓ وہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور وہ لگن جس میں ہم کھانا کھاتے تھے، اور وہ چادر جو ہم استعمال

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۲ ص۲۲۳ (لیڈن ۱۸۶۷ء)

کرتے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم مسلمانوں کا کام کرتے تھے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو اس سب کو عمرؓ کے پاس پہنچا دینا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ! تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تم نے اپنے بعد والے پر بڑا بوجھ ڈال دیا[1]" یہ بھی آتا ہے کہ جب آخر وقت ہوا تو فرمایا کہ میری فلاں زمین اس رقم کے معاوضہ میں بیت المال کی طرف منتقل کردی جائے جو میں اپنی خلافت میں بیت المال سے وصول کر چکا ہوں[2]"۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "میرے مال میں سے آٹھ ہزار درہم لے کر بیت المال میں داخل کر دینا۔ اس لیے کہ اسی قدر مجھ پر صرف ہوئے تھے"۔

انتقال کے وقت فرمایا کہ "یہ دونوں کپڑے جو میرے جسم پر ہیں ان کو دھو ڈالنا اور اسی میں مجھے کفن دینا، نئے کپڑے کی مرنے والے کے مقابلہ میں زندہ رہنے والے کو زیادہ ضرورت ہے[3]"

حضرت عمرؓ کا سرکاری دورہ اور سفرِ شام

اب دوسری مثال حضرت عمرؓ کی پیش کی جاتی ہے۔ آپ نے بہت سی مملکتوں کے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روداد سُنی ہوگی اور ان کے شاہانہ تزک و احتشام اور کرّ و فر کا تماشہ دیکھا ہوگا۔ چھٹی صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقتور فرمانروا حضرت عمرؓ کا سرکاری دورہ (سفرِ شام) کی روداد مؤرخ کی زبان سے سنیے۔ مولانا شبلیؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الفاروق" میں ۱۶ھ کے سفرِ بیت المقدس کا حال بیان کرتے ہوئے مستند عربی تاریخوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروق اعظمؓ کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بٹھانا مقصود تھا، کس سروسامان سے ہوگا؟ لیکن یہاں نقارہ و نوبت،

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۸۰، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۵۲ء [2] ایضاً ص ۸۴

[3] طبقات جلد ۳ ص ۱۳۱

خدم وحشم، لاؤ لشکر ایک طرف، معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا۔ سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین و انصار ساتھ تھے، تاہم جہاں یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے، زمین دہل جاتی تھی۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی نہیں لکھا گیا۔ معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا۔ گھوڑا جو سواری میں تھا اس کے سُم گھِس کر تمام ہو گئے تھے اور رُک رُک کر قدم رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ دیکھ کر اُتر پڑے لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا۔ حضرت عمرؓ سوار ہوئے تو اُلیل کرنے لگا۔ فرمایا کم بخت! یہ غرور کی چال تُو نے کہاں سے سیکھی؟ یہ کہہ کر اُتر پڑے اور پیادہ پا چلے۔ بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابو عبیدہؓ اور سرداران فوج استقبال کو آئے۔ حضرت عمرؓ کا لباس اور سروسامان جس معمولی حیثیت کا تھا اس کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی پوشاک حاضر کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی بس ہے۔"

دوسرے سفر شام ۱۸ھ کا حال بھی سُن لیجئے

"حضرت عمرؓ نے شام کا قصد کیا۔ حضرت علیؓ کو مدینہ کی حکومت دی اور خود ایلہ کو روانہ ہوئے۔ یرفا ان کے غلام اور بہت سے صحابہؓ ساتھ تھے۔ ایلہ کے قریب پہنچے تو کسی مصلحت سے اپنی سواری غلام کو دی اور خود اس کے اونٹ پر سوار ہوئے۔ راہ میں جو لوگ دیکھتے تھے، پوچھتے تھے کہ امیرالمومنین کہاں ہیں؟ فرماتے تمہارے آگے۔ اسی حیثیت سے ایلہ میں آئے۔ یہاں دو ایک روز قیام کیا، گزی کا کرتہ جو زیب تن تھا، کجاوہ کی رگڑ کھا کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا، مرمت کے لیے ایلہ کے پادری کے حوالے کیا۔ اس نے خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے اور اس کے ساتھ ایک نیا کرتہ تیار کر کے پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ پہن لیا اور کہا

اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے[1]"۔

خلفائے ثلاثہ رض کے ساتھ سیدنا علی مرتضیٰ رض کا تعاون

جیسا کہ سید امیر علی نے لکھا ہے: "رسول ص اللہ کی وفات کے بعد خلافت کے لیے حضرت ابو بکر رض کے انتخاب کو حضرت علی رض اور رسول ص کے خاندان کے افراد نے بخوشی قبول کر لیا[2]"۔ ولیم میور نے بھی اگرچہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی ترکہ کے متعلق غلط فہمی کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی رض، حضرت ابو بکر رض کی خدمت میں اسی طرح حاضر ہوتے رہے جس طرح دوسرے صحابہ اور وہ قاضی القضاۃ کی خدمت بھی انجام دیتے رہے[3]۔ ولیم میور یہ بھی لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکر رض کے خطوط عام طور پر حضرت علی ہی لکھا کرتے تھے[4]"۔ "نہج البلاغۃ" کا انگریزی ترجمہ جسے عالمی شعبۂ مسلم انجمن نے طبع کیا ہے، اس کے مترجم عسکری جعفری نے اپنے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رض، حضرت علی رض سے مشورہ کیا کرتے تھے اور انہیں قبول بھی کرتے تھے۔ جب حضرت عمر رض نے سلطنتِ روما سے جنگ کے موقع پر حضرت علی رض کی رائے لی تو انہوں نے کہا کہ آپ یہیں موجود رہیں اور کسی تجربہ کار جنرل کو کمانڈر بنا کر بھیجیں[5]۔ اسی طرح فارس سے جنگ کے موقعہ پر حضرت علی رض نے حضرت عمر رض کو میدانِ جنگ پر جانے سے منع کیا[6]۔ حضرت علی رض نے حضرت عمر رض کو جو صلاح دی تھی اس کی تصدیق "نہج البلاغۃ" میں شامل ہے۔ حضرت علی رض کے خطبہ نمبر ۱۳۷ اور ۱۴۹ سے بھی تصدیق ہوتی ہے[7]۔

---

[1] الفاروق ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۵ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۶ء۔ واقعہ تفصیل سے علامہ ابن کثیر کی مستند تاریخ "البدایۃ والنہایۃ" ج ، ص ۵۵-۶۰ اور تاریخ طبری" میں ملاحظہ ہو۔

[2] A SHORT HISTORY OF SARACENS P-21

[3] ANNALS OF EARLY CALIPHATE P-65

[4] ایضاً ص ۱۲۳ [5]

[6] ایضاً ص ۵۷ [7] ایضاً ص ۲۶۰-۲۷۰

سیّد حسین نصر ایرانی کی شہادت

مغربی زبانوں میں اسلامیات پر متعدد کتابوں کے مصنّف اور ممتاز دانشور سیّد حسین نصر جو ایرانی النسل شیعہ اور مستند علمی مقام رکھتے ہیں، خلفاء راشدین رضؓ اور صحابہ کرام رضؓ کے خلوص اور خدمتِ اسلام کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلامی تاریخ کے اس عدیم المثال دَور کے بعد چار خلفاء (جنہیں سُنّی خلفائے راشدین کے نام سے یاد کرتے ہیں اور چوتھے خلیفہ حضرت علی رضؓ (جنہیں شیعہ پہلا امام مانتے ہیں) حاکم ہوئے۔ اُس زمانے میں قرآنی تعلیمات اور اسوۂ رسول ؐ کو صرف انہیں حالات سے متعلق نہیں سمجھا گیا جو رسول ؐ اللہ کے زمانہ میں پیش آئے تھے بلکہ سرعت کے ساتھ بیرونِ عرب اسلام کی اشاعت سے پیش آنے والے نئے کوائف وحالات پر بھی نافذ کیا گیا۔ بازنطینی حکومت کے کچھ حصّوں پر اسلامی قبضہ اور ساسانی حکومت کے زوال کے باعث بہت سے نئے مسائل سامنے آئے جنہیں حل کرنے کے لیے پہلے سے طے شدہ اصولوں سے کام لیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ کام انجام دیا وہ اصحاب رضؓ رسول ؐ تھے اور جن کا مقصد دنیوی مفاد کے بجائے اسلام کی خدمت تھی"[1]

سیّدنا علی مرتضیٰ رضؓ نے خلفائے ثلاثہ بالخصوص شیخین کو اپنا پورا تعاون دیا۔ بہت نازک موقعوں پر ان کے صائب مشورے بڑے مفید اور قیمتی ثابت ہوئے۔ ان حضرات نے بھی آپ کے علم وفہم اور اصابتِ رائے کا بلند الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضؓ کی وفات اور حضرت عمر رضؓ کی شہادت پر آپ نے اپنے جذبات وتاثرات کا جس طرح اظہار کیا اس سے ان مخلصانہ تعلقات کا پورا اظہار ہوتا ہے۔ یہ دونوں خطبے جن میں ان کا اسلوبِ بیان، ان کی زبان اور ان کے ادبی وبلاغتی خصوصیات پوری طرح نمایاں ہیں کتب تاریخ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں طوالت

---

[1] سیّد حسین نصر، آئیڈیلز اینڈ ریالیٹیز آف اسلام (IDEALS AND REALITIES OF ISLAM) بوسٹن (BOSTON) ۱۹۷۲ء ص ۱۰۲-۱۰۱

کے خوف سے ان کو نقل نہیں کیا جاتا ہے[1]

حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران پانی روک دیا گیا تھا، حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو پانی کی تین مشکیں بھیج دیں مال کے لے جانے کے سلسلہ میں بنی ہاشم کے کئی تعلق والے زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے کہا کہ اپنی تلواریں لے کر عثمانؓ کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک پہنچنے نہ دو۔

جب حضرت عثمانؓ پر باغیوں نے نرغہ کیا اور ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور اپنے آزاد کردہ غلام قنبر کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس مدافعت میں حضرت حسنؓ زخمی بھی ہوئے۔ سارا بدن خون سے رنگین ہو گیا۔ قنبر کے سر پر چوٹیں آئیں لیکن باغی اس دروازہ سے داخل نہ ہو سکے جہاں حضرت حسنؓ کا پہرہ تھا۔ وہ دوسری دیوار پھاند کر اندر پہنچ گئے اور حضرت عثمانؓ کو بحالتِ تلاوت شہید کر دیا[2]

---

[1] ملاحظہ ہو "الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ"، تالیف محب الدین طبری (م ۶۹۴ھ) مخطوطہ کتب خانہ ندوۃ العلماء ۱۷۸۴ ورق ۱۲۶، ۲۱۷ نیز ۱۸۷، ۱۸۸، "سیرۃ الصدیق" اردو میں حضرت ابوبکر کے متعلق حضرت علیؓ کا پورا خطبہ ترجمے کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے، ص ۱۴۵ تا ص ۱۵۱ نیز "طبقات ابن سعد" ج ۳ ص ۳۷ (دار صادر بیروت)

[2] ملاحظہ ہو "تاریخ الخلفاء" سیوطی ص ۱۶۰ نیز مقدمہ انگریزی ترجمہ "نہج البلاغۃ" از مسٹر عسکری جعفری بمبئی ص ۱۹۷۹ء ص ۶۱۔ ناشر

(بشکریہ ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ خلفائے راشدینؓ نمبر)

اعتذار

ماہنامہ "حق چار یارؓ" کے شمارۂ اوّل کے مضامین (نظم ونثر) کی پیسٹنگ کرتے وقت ترتیب غلط ہو گئی تھی نیز کتابت کی غلطیاں بھی رہ گئی تھیں۔ ادارہ ان سہواً اغلاط پر اپنے معزز قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

منقبتِ خلفائے راشدینؓ

جناب انجم نیازی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تیری سیرت کا ہر اک پہلو گلاب اندر گلاب
روشنی میں تجھ سے کم تر دوپہر کا آفتاب

وہ ہے نبیوں کا نبی اور تو اماموں کا امام
وہ خدا کا اور تو اس کے نبی کا انتخاب

عاشق و معشوق دونوں بے نظیر و بے مثال
اس کی بعثت اور ہے تیری خلافت لاجواب

ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی آیت ہے تیری شان میں
تیرا منکر اور دشمن، دشمنِ اُمّ الکتاب

کیسی کیسی مشکلوں میں تو ہوا ہے سرخرو
کیسے کیسے امتحانوں میں ہوا تو کامیاب

یَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ پر تو اکیلا رو پڑا
تو نے کیا کیا رازِ سربستہ کیے ہیں بے حجاب

غازیٔ ختمِ نبوّت وارثِ شرعِ متیں
سب زمانوں کے لیے تو اک مثالِ احتساب

مفسدوں فتنہ گروں سے تیرے لڑنے کی مثال
جس طرح اڑتے پرندوں پر جھپٹتا ہے عقاب

آج تک دنیا میں جاری ہے ترا پہلا جہاد
آج تک دنیا میں جاری ہے ترا پہلا خطاب

تیری شخصیت میں یک جا خوبیاں سب دین کی
تو کبھی فاروقِ اعظمؓ تو کبھی ہے بوترابؓ

کون کر سکتا ہے اندازہ تری خدمات کا
سیّدِ کون و مکاں کے دل میں ہے ان کا حساب

کارنامے آج تک زندہ ہیں تیرے عہد کے
آج تک جھوٹی نبوّت کے ہیں لرزیدہ سراب

تو مرے ماں باپ سے بڑھ کر کہیں مجھ کو عزیز
تجھ پہ لکھنا بھی عبادت تجھ کو پڑھنا بھی ثواب

○

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

شریعت کی زباں رکھتے ہیں روشن ضابطے اس کے
نبی کی سمت ہی جاتے ہیں سارے راستے اس کے
فرشتے بھی جھکا لیتے ہیں سر اس کی عدالت میں
چراغوں کی طرح لَو دے اٹھے ہیں فیصلے اس کے
لرز جاتے ہیں اس کے نام سے کفّار کے لشکر
بکھر جاتی ہے شیطانوں کی طاقت ذکر سے اس کے
پہاڑوں کی طرح مضبوط ہے بے داغ شخصیت
جہاں کی وسعتوں میں گونجتے ہیں دبدبے اس کے
اٹھائے ہاتھ اس کے واسطے شاہِ دو عالمؐ نے
اسی کو ہیں فقط معلوم سارے مرتبے اس کے
یہ دنیا اس سے اب تک اکتسابِ فیض کرتی ہے
کتابِ نور میں لکھے ہوئے ہیں مشورے اس کے

○

حضرت عثمان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ

وہ صورت اور سیرت میں نمونہ مصطفٰےؐ کا تھا
وہ ہر پہلو چمکتا تھا کہ آئینہ حیا کا تھا
وہ ٹھنڈک بانٹتا تھا لمحہ لمحہ اپنی صبحوں کو
وہ خوشبوؤں میں اک لپٹا ہوا جھونکا صبا کا تھا

کھلا رہتا تھا ہر اک آدمی کے واسطے ہر دم — وہ قلعہ تھا محبت کا وہ دروازہ وفا کا تھا
کسی کی جان لی اس نے نہ اپنی جان کی خاطر
سراپا رحم تھا لیکن بہادر بھی بلا کا تھا
کبھی لشکر نہ ہارا اُس کا میدانِ شجاعت میں — یہ سالار لاثانی مدبر انتہا کا تھا
ابوبکرؓ و عمرؓ کی جانشینی اس کو سجتی تھی — وہ حاصل ہر تمنّا کا وہ حصّہ ہر دعا کا تھا
وہ کیسے موڑ لیتا اپنا منہ اپنی شہادت سے — وہ پروانہ رسالت کا وہ دیوانہ خدا کا تھا
زمانہ کر سکا پیدا نہ پھر ایسا غنی انجمؔ
وہ اِک دریا اخوّت کا عطیہ وہ خدا کا تھا

○ •

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سامنے آتی تو خود ٹکڑوں میں بٹ جاتی تھی موت — برف کی صورت پگھلتی اور گھٹ جاتی تھی موت
اس قدر چہرے پہ رہتا تھا شجاعت کا جلال — دیکھ کر رستے میں تجھ کو دُور ہٹ جاتی تھی موت
حوصلہ اتنا نہ تھا اُس کا کہ دیتی دستکیں — تیرے دروازے تلک آ کر پلٹ جاتی تھی موت
دیکھنے میں چارسو پھیلی ہوئی تھی وہ مگر
تیرے آگے ایک نقطے میں سمٹ جاتی تھی موت
جس کو تُو للکارتا تھا جنگ کے میدان میں — اس کے سینے اور گردن سے لپٹ جاتی تھی موت
جس طرف سے تو گزُرتا تھا نعرے مارتا — دشمنوں کی ایک ایک صف کو الٹ جاتی تھی موت
سامنا ہوتا تھا جتنی بار تجھ سے موت کا — ایک ڈوری کی طرح ہر بار کٹ جاتی تھی موت
آگے آگے تو گزُر جاتا تھا لہراتا ہُوا
پیچھے پیچھے تیری گردِ پا میں اٹ جاتی تھی موت

ماخوذ از: "کرنیں ایک ہی مشعل کی" انجم نیازی

○○

دینی مدارس کی اہمیت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ

انسانی زندگی کی ضروریات کے لیے تو ملک میں دنیوی علوم و فنون کی تعلیم گاہوں یعنی چھوٹے بڑے سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا جال پھیلایا جا رہا ہے۔ عموماً لوگ ایک کثیر رقم خرچ کر کے اپنے بچوں اور بچیوں کو تعلیم دلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی ایک حد تک ضرورت بھی ہے۔ البتہ طالبات کے لیے ضروری ہے کہ ہر شعبہ میں ان کا انتظام بالکل علیحدہ رکھا جائے کیونکہ مردوں اور عورتوں کی مخلوط تعلیم میں جو مفاسد ہیں وہ سب پر ظاہر ہیں بلکہ علیحدہ علیحدہ شعبوں میں بھی جب تک ان کی تربیت و اصلاح کا خصوصی انتظام نہ کیا جائے اخلاقی بے راہ روی اور تخریب کاری بڑھتی ہے اور بغیر دین کے انسان انسانی اصلی صفات سے متصف نہیں ہو سکتا اس لیے ملک میں ایسی مستقل دینی درس گاہوں کی اشد ضرورت ہے جن کا مقصد (قطع نظر دنیوی دولت و عزت کے) صرف اللہ کے دین اسلام کا سیکھنا اور سکھلانا ہو تاکہ اس دینی تعلیم کے ذریعے طلبۂ اللہ کے نیک بندے بن جائیں، ان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ مستحکم ہو جائے اور وہ تخلیق انسانی کے اصل مقصد یعنی عبادت، اطاعتِ خداوندی کی تکمیل کر سکیں۔ اسی مقصد کے لیے خالق کائنات نے سلسلۂ نبوت و رسالت قائم فرمایا ہے اور اسی مقصد کی عظیم تکمیل کے لیے اس آخری امت کے لیے پیغمبر آخر الزماں ہادی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی درسگاہ قائم ہوئی جس سے قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار طلبہ کو جنت کی اعلیٰ اور ابدی سندیں نصیب ہوئیں۔ اسی کامیاب ترین درس گاہ کی نظیر نہ اس سے پہلے مل سکتی ہے اور نہ آئندہ مل سکے گی۔ اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کامیاب متعلم ثابت ہوئے کہ مابعد کی امت کے لیے سب درجہ بدرجہ معلم کتاب و سنت قرار دیے گئے اور ان کی پیروی کو امت پر لازم کر دیا گیا۔ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ صرف علوم محمدی سے وافر حصہ ملا بلکہ انوار نبوت کے

جلووں سے ان سب کے قلوب ایمان وتقویٰ کے نور سے روشن ہو گئے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اصحابی کالنجوم بِاَیِّہِم اقتدیتم اھتدیتم۔

ترجمہ: میرے اصحابؓ مانند ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب راہِ جنّت پر چلنے والے تھے ان میں اعتقادی اور اصولی کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان میں جس درجے کا بھی اختلاف ہوا ہے وہ فروعی اور اجتہادی ہے جو حق کے خلاف نہیں بلکہ حق کے دائرہ میں ہی ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اختلافات ومشاجرات صحابہؓ کے سمجھنے کے لیے میری تصانیف "خارجی فتنہ حصہ اول کشفِ خارجیت اور دفاعِ حضرت معاویہؓ" کا مطالعہ انشاء اللہ مفید رہے گا۔

بقیہ: فضائل اصحاب ثلاثہؓ کا ثبوت

کے اعلیٰ افسران کا جو رتبہ حضور الٰہی میں ہو سکتا ہے تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت میں تو جماعت رسولی حزب اللہ (الٰہی فوج) کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران (سرداران) کے حالات حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ (جاری ہے)

حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا
اللہ سے ڈرو ، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ رضؓ کے بارے میں
اللہ سے ڈرو ، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ رضؓ کے بارے میں

میرے بعد

ان کو (سَبّ و شتم) کا نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے
وہ میری محبّت کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے
اور جو اُن سے بُغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ بُغض رکھنے کی وجہ
سے اُن سے بُغض رکھتا ہے اور جس نے اُن کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی
اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی
قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے

مشکوٰۃ شریف؛ بحوالہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے صـ ۲۹۶، مؤلف حضرتؒ طالب الہاشمی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ "مجلس ذکر حصّہ نہم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ
ایک موقعہ پر ایران کے شیعہ امام سے لاہور کے بعض علماء نے سوال کیا کہ اہل بیتؓ
حضرات کے مزارات کوفہ میں ہیں ان کا کیا حال ہے؟ شیعہ امام نے کہا کہ ان کی برکت
سے اتنے اتنے فاصلے پر جتنے مدفون ہیں سب مغفور ہیں سب جنّتی ہیں۔ اس پر
اہل سُنّت والجماعت نے اعتراض کیا کہ اہلِ بیت کی اتنی برکت ہے کہ گرداگرد
کے تمام مدفون جنّتی ہیں اور جنہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پہلو اور بغل میں لے کر سوئے
ہوئے ہیں ان کی کوئی برکت نہیں؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔
انسان جب ضد پر آجائے تو حق کی مخالفت کرتا ہے۔

بحوالہ "حضرت لاہوریؒ فتنوں کے تعاقب میں" صـ ۳، مؤلفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ

حق چار یار
اُن کے لئے ریاضِ جناں کی بہار ہے۔
جن کی زباں پہ نعرۂ حق چار یار ہے۔
یا اللہ مدد
اے منکرِ خلافتِ خلفائے راشدینؓ
قسمت کو رو کہ تیرے مقدر میں نا رہے
چمن چمن، کلی کلی
صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
مُلک میں پہلی بار انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب سُنّی چارٹ
عقیدۂ خلافتِ راشدہ اور حق چار یارؓ
سائز 20×30 ○ آرٹ پیپر ○ 4 کلر پرنٹنگ ○ ہدیہ 5 روپے صرف
ترتیب: عبدالرحیم چاریاری (خادم) تحریکِ خدامِ اہلسنّت والجماعت فیصل آباد ڈویژن (پاکستان)
عنوانات اور خصوصیات
● آیتِ استخلاف اور آیتِ تمکین کی تفسیر میں قریباً 15 کتبِ تفاسیر کے حوالوں سے مزیّن ● احادیثِ نبویؐ کی تشریح میں جمہور اہلسنّت کے محدثینؒ، مورخینؒ اور بزرگانِ دینؒ کی تقریباً 40 مستند کتب کے حوالہ جات کا شاہکار ● اُردو اور فارسی کے 10 شعراء کا نذرانۂ عقیدت ● پنجتن پاک اور حق چار یارؓ میں فرق۔ ایک نہایت ہی اہم غلطی کا ازالہ۔ اِس حقیقت سے کون اِنکار کرسکتا ہے کہ دینِ متین کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی قوتوں میں رافضیّت اور خارجیّت دونوں سرِفہرست ہیں۔ رافضی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا دشمن ہے اور خارجی حضرت علی المرتضٰیؓ کا۔ (العیاذ باللہ)
اِن دونوں فرقوں کے اِبطال کیلئے حق چار یارؓ کا عنوان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا سُنّی اٹیم بم ہے جس سے کتنے بتانِ باطل پاش پاش ہو جاتے ہیں۔
چھپ کر دستیاب ہے
خلافتِ راشدہ حق چار یارؓ چارٹ ھر سُنّی مسلمان کے گھر میں ھونا اِنتہائی ضروری ھے
ملنے کا پتہ
مکتبہ ابوبکر صدیقؓ متصل جامعہ حنفیہ (رجسٹرڈ)
امداد ٹاؤن نزد صدیق برادرز۔ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد فون 52992 PP